



نمبر شمار	عنوان مضمون	مضمون نگار	ہندسہ صفحہ
(۱)	زہد و رستاقی	مدیر النجم	۸ ۱
(۲)	سیرت نبوی	"	۱۵ ۹
(۳)	ترجمہ از الہ الحفار	"	۴ ۱۶
(۴)	رسالہ فلسفہ غزالیہ یک سرسری نظر	مولوی ابو عبد اللہ صاحب سورتی	۲۸ ۱۷
(۵)	مضامین مناظرہ	مدیر النجم	۳۲ ۲۵



قواعد رسالہ النجم

(۱) یہ رسالہ مہینہ من و بار یعنی ہر ہجری مہینے کی ۲۱ تاریخ کو نکلا جائے گا اور شائع ہو کر نکلا۔

(۲) رسالہ کا خاص حجم علاوہ ہفتہ روزہ و غیرہ کے عموماً ۲۲ صفحہ ہوگا اور عند الضرورۃ اس سے زیادہ بھی ہو سکتا۔

(۳) عام چندہ موافق ذیل کے ہوگا اور خاص طور پر جس کو جو توفیق ہو۔

۵ لائے	سے
تشریف	کا
سہ ماہی	عہ

(۴) چندہ ہر حال پیشگی لیا جائیگا۔

(۵) رسالہ کا آغاز سال ماہ محرم سے ہوگا۔

(۶) جو اصحاب میان سال میں خریداری کریں گے اگر نصف سال نہوا ہوگا تو انکی خدمت میں محرم سے اس وقت تک

کے کل سال کے محکمہ شروع سال سے انکو خرید کر بھیجا جائیگا اور بعد نصف سال کے انکو اختیار ہوگا چاہے شروع

سال سے اپنی خریداری قائم کر لیں اور چاہے صرف بقیہ دین کی قیمت موافق نقشہ قیمت النجم کے بھیج دیں۔

(۷) جو صاحب مستقل خریدار النجم کے دین انکو اختیار ہوگا چاہے ایک سال کے لیے اپنے نام رسالہ جاری کر لیں۔

(۸) قدیم خریداران النجم کو ہر سال ایک کتابت و قیمت کی انعام میں دی جائیگی

مقاصد رسالہ النجم

النجم کا اصلی مقصد حمایت اسلام و نصیحت مسلمین پر مسلمانوں کے عقائد و خیالات خصائل عادات عبادات معاملات کی اصلاح

اتباع شریعت حقہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی اور مخالفت شریعت سے حتی الامکان بچانا۔

ان پانچوں مقاصد حاصل کرنے کے لیے حنبلی عقائد اختیار کیے گئے ہیں (۱) زہد و قناعت جو کہ دوسرے افکار میں مضامین تھوڑے لکھے گئے ہیں

اس ذیل میں انشاء اللہ تعالیٰ بہت بکثرت لکھ کر اختیار کیا جائے گا دین اور بہت مفید و نفع نصاب و معاملات دینیہ ناظرین

(۲) اہل علم کو علم کی غرض سے جو خاص موضوعات میں مسائل سے متعلق (۳) غیر مذہبی اندرونی و بیرونی حلوں کے اسلام کی حفاظت

اسلام کی حقیقت کا تمام مذاہب پر اظہار۔

(۴) ہر پرچہ میں کچھ حقہ حیدہ حیدہ اسلامی خبر کا بھی خبرین جہاں تک ممکن ہوگا کامل تحقیقات کے بعد لکھی جائیں گی

(۵) ہر سال جو کتاب الفہم میں تجویز کی جائیگی وہ انشاء اللہ بیشتر اکثر سلف صالحین میں سے کسی کی مستند تصنیف کا ترجمہ ہوگی

ترجمہ طبع اشتہار و مفاد میں خاص

تعداد	ماہوار	سہ ماہی	تشریف
نصف کالم	۵	۱۰	۱۵
اک کالم	۱۰	۲۰	۳۰
پورے صفحہ	۲۰	۴۰	۶۰

اتفاق اشتہاری سطر کالم ۲۴ سطر صمیمہ حیدہ بشرطیکہ قواعد و انکشاف کے خلاف نہ ہو

بسم الله الرحمن الرحيم
حامداً مصلياً

الحج - لکھنؤ

۴ - رجب - یک شنبه ۱۳۳۵

زہد و رقائق

(سلسلہ کے لیے گذشتہ نمبر ملاحظہ ہو)

ایضاً توجہ این بزرگواران با حدیث ست تعالیٰ و تقدس و از اسم وصف جزوات فی خواہند تعالیٰ و تقدس و در رنگ دیگران از ذات بصفات فروتنی آیند و از وزہ کھفیف فی گردانند عجب کار و بارست جمع این طائفہ ذکر اسم اللہ اختیار نموده اند و بان اکتفا نموده بصفات فروتنی آیند و ملاحظہ سمیع و بصیر علم می نمایند و باز بر سبیل عروج از علم و بصیر و سمیع با اسم اللہ میروند چو با اسم اللہ تنہا کفایت نکنند و قبلہ توجہ جز احدیت ذات تعالیٰ نہ سازند الیس اللہ بکاف عیدہ قاطع ست و کریمہ قل اللہ تم ذرہم مؤید این معنی ست بالجملہ نظر بہت بزرگواران این طریقہ علیہ بلند افتادست بہر ادانی و اقا نسبت ندارند لہذا نہایت دیگران در بدایت ایشان مندرج گشتہ و مبتدی طریقہ ایشان منتهی طرق دیگر یافته از ابتدای سفر ایشان در وطن مقرر شدہ و خلوت در انجمن ب حصول پیوستہ و دوام حضور نقد وقت شان آمدہ ایشان کہ تربیت طالبان مربوط بصحبت علیہ ایشان است و تکمیل ناقصان منوط توجہ شریفان شان شافی امراض قلبیہ ست و التفات شان دفع غلطی یک توجہ ایشان کار صدراعین میکنند و یکا التفات شان برابر ریاضات و عبادات سنن

نقش بندی عجب قافلہ سالار انسہ کہ برنڈاز رو بہان بحر قافلہ را

سحادت آثار ازین بیان کسی تو ہم کند کہ این اوصاف و شمائل جمع اساتذہ و تلامذہ طریقیہ علیہ نقشبندیہ حاصل است
کلام بلکہ این شمائل مخصوص با اکابر این طریقیہ علیہ است کہ کار را بہایۃ النہایۃ رسانیدہ اند و مبتدیان رشد باین اکابر نسبت
ارادت درست کردہ اند و مراعات آداب نمودہ اند راج نہایت در ہدایت در حق ایشان ثابت است بخلاف مبتدی اندراج
طریق کہ شیخ ناقص این طریق برساند راج بہان نہایت در حق او متصور نیست چہ شیخ او نہایت نرسیدہ است در حق
مبتدی نہایت چگونہ متصور شدہ از کوزہ بہان برون تراود کہ دروست + نجابت آثار ا طریق این اکابر طریق اصحاب
کرام است علیم الرضوان و این اندراج نہایت در ہدایت ترقی اندراج کہ در صحبت خیر البشر میرشد علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
زیرا کہ در اول صحبت آن سرور علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام آن میسری شد کہ در انتہا کم است کہ دیگر آن را میسر گردود
این فیوض برکات بہان فیوض برکات است کہ در قرن اول بطوری پیوست ہر چند در ظاہر آخر از اول دولت نسبت بہ
امانی بحقیقت آخر بہ اول از وسط نزدیک ترست و بصبغ بصبغ آن متوسطان آن زیادہ آردیانیہ بلکہ اکثری از متاخران نیز معلوم
نیست کہ بحقیقت این معاملہ دارند و السلام علیکم و علی من اتبع الهدی و التزم اطاعتہ المصطفیٰ علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام

ترجمہ

بنام مخدوم زادہ خواجہ محمد عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ و ابقاہ و اوصل الی غایتہ بایتماء - اس بیان
مین کہ سب بہتر کرام اتباع سنت ہی اور پرہیز کرنا بدعت سے اور یہ کہ طریقیہ نقشبندیہ کو دوسرے
طریقوں پر بھی فضیلت ہی کہ اس طریقیہ میں کہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی اور عزت
پر عمل کیا جاتا ہے اور نیز اور تعریفین اس طریقیہ کی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ - جو نصیحت کہ فرزند عزیز تر سلمہ اللہ تعالیٰ کو اول
تمام احباب کو کی جاتی ہی ہے کہ سنت خبیثہ کی پیروی کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچتے رہیں - چونکہ اسلام اور
مسلمان اس زمانہ میں غریب یعنی کمزور ہو گئے ہیں اور جس قدر زمانہ بڑھتا جاتا ہی غربت زیادہ ہوتی جاتی ہی - یہاں تک
کہ آخر میں کوئی اللہ کا نام لینے والا زمین پر نہ رہ جائیگا اور قیامت برے لوگوں پر قائم ہو جائیگی سعادۃ مند
وہ شخص ہی جو اس غربت زمانہ میں کسی چھوٹی ہوئی سنت کو زندہ کرے اور کسی رواج یافتہ بدعت کو مٹائے - یہ

وہ وقت ہے کہ نبوت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال گزر چکے ہیں اور علامات قیامت کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں اور سنت بوجہ زمانہ نبوت کے دور ہو جانے کے چھپ گئی ہے اور بدعت بوجہ جھوٹ کے رائج ہو جانے کے ہر طرف جلوہ گر ہوئی۔ کوئی شاہ باز چاہیے جو اس وقت سنت کی مدد کئے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا رواج پانامین کی خرابی کا سبب ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کے منہدم ہو جانے کا سبب ہے (حدیث میں ہے کہ جس بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے منہدم کرنے میں مدد دی) (یہ حدیث) تم نے سنی ہوگی لہذا پوری توجہ اور مستقل راہ دیکھنا اس طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ کسی سنت کا رواج ہوا اور کوئی بدعت نہ ہو۔ ہر زمانہ میں اور خاص کر اس وقت اسلام کے زمانہ میں اسلام کے طریقوں کا قائم رہنا اور سنت کے رواج اور بدعت کے مٹنے پر موقوف ہے۔ اگلے لوگوں نے بدعت میں کوئی خوبی دیکھی ہوگی اس وجہ سے انھوں نے بدعت کے بعض اقسام کو حسن قرار دیا ہے مگر یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے ساتھ متفق نہیں ہے اور بدعت کے کسی فرد کو حسن نہیں سمجھتا اور اس فقیر کو بدعت میں سوائف کدورت کے کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس فقیر کو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اس ضعف و غربت اسلام کے زمانہ میں سلامتی موقوف ہے سنت کے بیان پر۔ اور خرابی موقوف ہے بدعت کے حاصل کئے پر۔ بدعت خواہ کوئی سی ہو اسکو یہ فقیر ایک بیلچہ سمجھتا ہے۔ جو اسلام کی جڑ کھود رہا ہے۔ اور سنت کو مثل کو کپے نشان کے جانتا ہے کہ شب ریگ میں تاریکی کو دور کر رہا ہے۔ اس زمانہ کے علما کو حق سبحانہ اس امر کی توفیق دے کہ کسی بدعت کا حسن ہوتا زبان سے نہ نکالیں اور کسی بدعت کے حسن ہونے کا فتویٰ نہ دیں اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں مثل سفیدہ صبح کے روشن معلوم ہو رہی ہو کیونکہ شیطان کے فریب کو سنت کے علاوہ ہر چیز پر قابو لگاتا ہے۔ گذشتہ زمانوں میں چونکہ اسلام کو قوت حاصل تھی اس لیے نور اسلام کی چمک کے سامنے وہ بدعت بھی چمکدار معلوم ہوتی تھی۔ بخلاف اس وقت کے کہ ضعف اسلام کا وقت ہے بدعت کی طاقت نہیں رہی۔ اب ایسی حالت میں بدعت کے حسن ہونے کا فتویٰ چاہے تقدیر نے دیا ہو چاہے متاخرین نے، جاری نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہر وقت احکام علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس وقت دنیا بسبب کثرت بدعت کے دریاے ظلمات معلوم ہوتی ہے اور سنت کی روشنی اس دریاے ظلمات میں جگنو کی طرح چمک رہی ہے۔ بدعت کا ارتکاب اس دریاے ظلمات کی تاریکی کو بڑھا

اور سنت کی روشنی کو گھٹاتا ہے۔ اور سنت پر عمل کرنا اس کی کو کم کرتا ہے۔ پس اب جس کا جی چاہے اس ظلمات کی تاریکی کو بڑھائے اور جس کا جی چاہے سنت کی روشنی کو بڑھائے۔ جبکہ جی چاہے شیطان کی فوج کو ترقی دے اور جس کا جی چاہے اللہ کی فوج کو ترقی دے مگر یہ سمجھ رکھو کہ شیطان کی فوج نقصان اٹھانیوالی ہے اور اللہ کی فوج کامیاب ہونیوالی۔ اس وقت کے صوفی بھی اگر انصاف کریں اور اسلام کے ضعف اور دروغوں کو ملاحظہ کریں تو ان پر بھی لازم ہے کہ سنت کے سوا اور کسی چیز میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں۔ ایجاد کی ہوئی باتوں کو اس بہانہ سے کہ یہ فعل ہمارے پیروں کا ہے اپنا شیوا نہ بنائیں۔ سنت پر عمل کرنا یقیناً موجب نجات اور شہر خیر و برکات ہے۔ اور غیر سنت کی تقلید کرنے میں ہزاروں خطرے ہیں۔ اور پیچھا مبر پر تو صرف پونچا دینا فرض ہے۔

ہمارے پیروں کو حق تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے کہ انھوں نے ہلوگوں کو بدعت کے ارتکاب کی تعلیم نہیں دی اور اپنی تقلید کا حکم دیکر ان ہلاک کرنیوالی تاریکیوں میں ہکو مبتلا نہیں کیا۔ اور سو اپنی سنت کے ہکو کوئی ناہ نہ بتائی۔ اور سو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع اور غنیت پر عمل کرنے کے اور کچھ ہدایت ہکو نہ فرمائی۔ اسی وجہ سے ان بزرگوں کا کارخانہ بہت مہذب ہو گیا اور ان کی ڈیوڑھی بہت اونچی ہو گئی۔ یہی لوگ ہیں کہ انھوں نے سماغ و رقص کو لات مار دی اور وجد و تاجد کو انگشت شہادت سے دو ٹکڑے کر دیا۔ دوسروں کا مکشوف و مشہود ان بزرگوں کے نزدیک مساویں داخل ہے اور ان کا معلوم و تمہیل قابل نفی کے ہے۔ ہمارے بزرگوں کا معاملہ دیکھنے اور سمجھنے سے بالاتر ہے اور علم و خیال سے برتر ہے اور تجلیات ظہورات اور کاشفات معینات سے بھی بالاتر ہے۔

دوسرے بزرگوں کا اہتمام اثبات میں ہے اور ہمارے بزرگوں کی کوشش نفی مساویں ہے۔ دوسرے بزرگ ذکر نفی و اثبات اس لیے کرتے ہیں کہ دائرۃ اثبات میں وسعت پیدا ہو اور تمام عالم جو نئی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے کلمہ توحید کی تکرار سے عنوان حقیقت میں منکشف ہو جائے۔ اور سب چیزوں کو حق دیکھنے لگیں اور حق ادراک کرنے لگیں۔ بخلاف ہمارے بزرگوں کے کہ ان کا مقصود کلمہ طیب کی تکرار سے دائرۃ نفی کا وسیع کرنا ہے تاکہ جو کچھ شاہدہ اور کاشف یا علم و خیال میں آیا تھا سب لاکے تحت میں داخل ہو جائے اور اثبات کی جانب میں کوئی چیز ملحوظ اور مد نظر نہ رہے اور اگر بالفرض جانب اثبات میں کوئی بات ظاہر بھی ہو تو اس کو نفی کی طرف راجع کر دین

سواستثنیٰ کے مقام اثبات میں کوئی چیز باقی نہ ہے۔ اسی وجہ سے دوسرے طریقوں میں ذکر نفی و اثبات مبتدیان کے مناسب حال ہو اور ذکر اللہ کا کہ کلام اثبات محض ہے بعد ذکر نفی و اثبات کے مناسب ہوتا ہے تاکہ جو کچھ انکو کثرت ہو اس کلمہ اثبات کی تکرار سے استقرا و استمرار حاصل کرے۔ بخلاف ہمارے بزرگوں کے طریقہ کے کہ وہ اسکے بالکل برعکس ہے۔ کہ پہلے اثبات کرتے ہیں پھر اس اثبات کی نفی کر دیتے ہیں۔ لہذا ذکر اسم اللہ کا ہمارے بیان ابتدائی مناسب ہوتا ہے۔ اور نفی و اثبات کا ذکر بعد اسکے کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی ناقص سوال کرے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگان نقش بندیہ کو مقام اثبات سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ سوا نفی کے انکو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تو میں جواب دیکھتا کہ دوسروں کا اثبات ان بزرگوں کو ابتدا ہی میں حاصل ہو جاتا ہے مگر بعد اہتمام کے اس اثبات کی طرف التفات نہیں کرتے۔ بلکہ اسکو قابل نفی سمجھ کر نفی کر دیتے ہیں۔ اور اسی کو عہدہ مطلوب سمجھتے ہیں۔ پس دوسرے کا اثبات بھی انکو حاصل ہے اور اس اثبات کی نفی بھی حاصل ہے جو مقام کبریائی کے مستحق ہے۔ ہر بے انجام بزرگان نقش بندیہ کا نتیجہ نہیں سمجھ سکتا اور ہر بے الوہوس ان کے معاملہ کی حقیقت نہیں معلوم کر سکتا ایک شہنشاہ بزرگوں کے عدم حصول کا جو اس مقام میں عین حصول ہی میں کیا گیا۔ اگر ان بزرگوں کے حصول کا حال لکھا جائے تو دوسرے طریقوں کے خواص عوام معلوم ہونے لگیں اور سستی مبتدیوں کی طرح الف۔ بے۔ پڑھنا شروع کر دیں (ترجمہ شرفی حافظ) حافظ کی یہ سب فریادیں بفاائدہ نہیں ہیں ایک نادر قصہ اور عجیبات ہے۔

مراقبہ ذات تعالیٰ و تقدس جو دوسروں نے اختیار کیا ہے۔ ہمارے بزرگوں کے نزدیک اعتبار اور بے اعتباری وہاں مراقبہ میں سوا ایک سایہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ کی ذات برتر ہی ان باتوں سے جو لوگ بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بلکہ اسکے اسما و صفات بھی ہمارے فکر اور مراقبہ کے احاطے سے باہر ہیں۔ اس مقام میں سوا جہل و حیرت کے اور کچھ حصہ نہیں ملتا۔ نہ جہل و حیرت وہ جسکو لوگ جہل و حیرت سمجھتے ہیں وہ تو ایک بری چیز ہے۔ اس مقام میں جہل و حیرت عین معرفت و اطمینان ہے مگر نہ وہ معرفت و اطمینان جو لوگوں کی سمجھ میں آسکے۔ کیونکہ وہ از قسم چون ہوگا اور بے چون سے اسکو کیا تعلق۔ اس مقام میں جو کچھ ہم ثابت کریں وہ بے چون ہوگا۔ خواہ ہم اسکو جہل کہیں خواہ معرفت۔ جس نے اسکا مزاج نہیں چکھا وہ نہیں سمجھ سکتا۔

میز ہمارے بزرگوں کی توجہ ذات احدیت و تقدس کی طرف ہو اور اسم و صفات کے سوا ذات کے اور

کچھ نہیں چاہتے دوسروں کی طرح ذات سے صفات کی جانب نہیں اترتے اور بندی سے پستی کی جانب میل نہیں کرتے ان بزرگوں کا عجب روبرو ہی کچھ لوگوں نے ذکر اسم اللہ کا اختیار کر لیا ہے اور اسی پر قناعت کیے ہوئے ہیں صفات کی طرف آتے ہیں اور سمیع اور علیم اور بصیر کا ملاحظہ کرتے ہیں پھر بطور عروج کے علیم اور بصیر اور سمیع سے اسم اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ اسم اللہ پر کیوں نہ قناعت کریں اور قبلہ تو حید ذات احدیت کو کیوں نہ بنا لیں اسم اللہ کا فائدہ۔ یعنی اللہ اپنے بندے کیلئے کیا کافی نہیں ہے۔ نص قاطع ہے۔ اور کریمہ قل اللہ تم ذرہم یعنی اے نبی کیسے اللہ پھر انکو چھوڑ دیجیے۔ اس مضمون کی مؤید ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں کی نظر اور سمیت بہت بلند ہے۔ ہر خاص عام سے انکو کچھ نسبت نہیں۔ دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں مندرج ہے۔ انکی طریقہ کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کے مثل ہوتا ہے۔ ابتدا ہی سے ان کو سفر و وطن اور خلوت و راجح کی کیفیت حاصل جاتی ہے اور دوام حضور کی صفت ان میں پائی جاتی ہے۔ یہی بزرگوار ہیں کہ طالبان خدا کی تربیتی انکی صحبت پر موقوف ہے اور انقصوں کی تکمیل ان کی توجہ سے وابستہ ہے۔ انکی توجہ امراض قلبیہ سے شفا دینے والی ہے اور انکا التفات امراض معنویہ کو دفع کر نیا لہا ہے انکی ایک توجہ سوچوں کا کام کرتی ہے۔ اور ایسا التفات انکا برسوں کی ریاضت و مجاہدہ کے برابر ہے (ترجمہ شعر فارسی) نقش بندہ عجب قافلہ سالار ہیں کہ اپنے قافلہ کو پوشیدہ راستہ سے حرم میں لیجاتے ہیں۔ ان اے سعادت آثار۔ اس بیان سے کوئی شخص یہ ہم نہ کرے کہ یہ اوصاف طریقہ نقش بندہ کے تمام استاد اور شاگردوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ اوصاف مخصوص اس طریقہ کے ان اکابر سے ہیں جو اپنا کام

نہایت نہایت تک پہنچا چکے ہیں اور مبتدیوں سے مراد وہ مبتدی ہیں جو ایسے اکابر کے ساتھ نسبت ارادت و رت رکھتے ہوں اور پورے آداب بجالاتے ہوں۔ انتہا کا ابتدا میں درج ہونا انھیں مبتدیوں کے حق میں ہے۔ ورنہ جو مبتدی کہ کسی شیخ ناقص سے تعلق رکھتا ہو اسکی ابتدا میں انتہا مندرج نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسکا شیخ بھی انتہا کو نہیں پہنچا۔ مبتدی کیونکہ انتہا کو پہنچ سکتا ہے۔ طرف سے وہی چیز پہنچتی ہے جو اس میں ہوتی ہے۔

اے نہایت آثار۔ ان بزرگوں کا طریقہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے اور یہ اندراج انتہا کا ابتدا میں اسی اندراج کا اثر ہے جو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاصل ہوا تھا۔ کیونکہ ان حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی اول صحبت تین وہ بات حاصل ہو جاتی تھی جو انتہا میں لوگوں کو کم حاصل ہوتی ہوگی۔ یہ وہی فیوض برکات ہیں جو قرن اول میں ظاہر ہوئے تھے۔ ہر چہ بظاہر اول سے آخر بہ نسبت درمیان کے دور ہو۔ مگر فی الحقیقت آخر اول سے بہ نسبت درمیان کے نزدیک ہے اور اول کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ متوسط اسکو یاد رکھیں یا نہ یاد رکھیں بلکہ بہت سے متاخرین بھی شاید اس معاملہ کی حقیقت نہ سمجھ سکیں فقط سلام ہو تپاؤ و تمام ان لوگوں پر جو ہدایت کی پیروی کریں اور متابعت مصطفیٰ علیہ السلام کی پابندی کریں۔ دونوں مکتوب بجاغت سلو کا ترجمہ تمام ہو گیا۔

اس قسم کے مکاتیب جنہیں اتباع شریعت و التزام سنت کی ترغیب تحریریں دی گئی ہیں۔ یا جن میں شرعی مسائل بیان کیے گئے ہیں مکتوبات شریف میں بہت ہیں۔

سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ جو مضامین علیہ ان دونوں مکتوبوں میں مذکور ہوئے اپنے تکلم رحمۃ اللہ علیہ کے کس علوم مرتبت پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو کم کسی صوفی کے علم سے نکل سکتی ہیں۔

اللہ اکبر۔ کیسا بلند مرتبہ اور کیسا عافی حوصلہ ہے کہ فرماتے ہیں اب کسی بات کی آرزو دل میں باقی نہیں یعنی مقام ولایت میں سے اب کوئی مقام ایسا نہیں ہے جسکے وصول کی خواہش ہو کمالات باطنی تو ابر نیسان کی طرح برس ہے۔ اب صرف یہ آرزو ہے کہ کوئی متروک سنت میرے ذریعہ سے رواج پا جائے اور کوئی رواج یافتہ بدعت میری کوشش سے متروک ہو جائے۔

اور فرماتے ہیں کہ تمام کمالات کا مدار اتباع سنت ہے اور حضرات نقش بندہ کو دوسرے سلاسل کے بزرگوں پر بھی توقیت ہے کہ ان میں اتباع شریعت کی کیفیت غالب ہے۔

بدعت سے ایسی سخت دشمنی اور سنت پر اس قدر دلدادگی ایک شعبہ تھی اس منصب تجدید کا جو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض ہوا تھا۔ یہ کیفیت اگر مل سکتی ہے تو قرن صحابہ میں اور بس۔

بدعت کے متعلق حضرت امام ربانی نے جو یہ لکھا ہے کہ کسی بدعت کو حسن نہ کہنا چاہیے۔ اور یہ کہ علماء سابقین کو بدعت میں کچھ حسن نظر آیا ہو گا مگر مجھے تو بدعت میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ اور یہ کہ علماء الہ کو خدا تو نینٹے کہ وہ بدعت کے کسی فرد کو حسن نہ کہیں۔ وغیرہ وغیرہ

اس مقام پر بعض کوتاہ اندیش کچھ متردد ہونگے۔ کیونکہ فقہائے متاخرین کی کتابوں میں بدعت کی دو تین مذکور ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ اور قرون مقدسہ میں بھی بعض بعض اطلاقات ایسے پائے جاتے ہیں جنکا منقسم بدقسم ہونا مستلزم ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تراویح کے متعلق یہ فرمانا کہ نعمت البدعتہ یہ کیا اچھی بدعت ہے۔

پس اصل یہ ہے کہ بدعت کے دو معنی ہیں ایک لغوی۔ اور دوسرے شرعی۔ بدعت کے لغوی معنی ہر نئی چیز کے ہیں۔ یہاں تک کہ معنی لغوی کے اعتبار سے ایک شریعت ربانیہ کے فروع بھی باعتبار دوسری شریعت ربانیہ سابقہ کی فروع کے بدعت کہے جاسکتے ہیں۔ اور اسی معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حسنہ دوسرے سیئہ۔

اور بدعت کے شرعی معنی یہ ہیں کہ ہر وہ کام جو داخل فی الدین ہونے کی حیثیت سے کیا جائے اور شرع کے اصول اور بعہ یعنی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و اجماع و قیاس سے ثابت نہ ہو۔ اس معنی شرعی کے اعتبار سے جو چیز بدعت ہوگی وہ ہرگز حسن نہیں ہو سکتی اور وہ یقیناً سوا ضلالت خالص کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ اسی بدعت کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا من احدث فی امرنا ہذا لیس منہ فہو رد۔ یعنی جس شخص نے ہمارے اس کام (یعنی دین) میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے وہ بات مردود ہے۔ نیز فرمایا کل بدعتہ ضلالۃ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

اسی بدعت کی بابت حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بدعت کا کوئی فرد حسن نہیں ہے اور خدا علمای زمانہ کو توفیق دے کہ وہ بدعت کے کسی فرد کو حسن نہ کہیں۔

انصاف یہ ہے کہ اگر امام ممدوح کی ذمتا قدس اس سرسبز کے شروع پر پیدا ہوتی تو صوفیوں میں رواج بدعات کا ہو چکا تھا (الامشاء اللہ) اور وہ رواج رہز پرور بڑھتا جاتا تھا آج شرک جلی کی حد تک پہنچ جاتا۔ تصوف کی صورت نسخ ہو چکی تھی اور اکثر ایسے لوگ باقی تھے جو حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ کے اس شعر کے مصداق تھے

ای بسا ابلیس آدم روے ہست پس ہر دستے نباید داد دست
اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کو امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین

میری سجد میں صحابہ کی جس قدر کھڑکیاں ہیں سب بند کر دی جائیں صرف ابو بکر کی کھڑکی باقی رکھی جائے۔“

(۶) مرض وفات میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے کان میں ایک بات کہی۔ اُسکون کہ جناب فاطمہ رونے لگیں۔ پھر آپ نے دوسری بات کہی آپ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ کا راز فاش نہ کروں گی حضرت کی وفات کے بعد میں نے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ حضرت نے پہلے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ جبریل مجھ سے ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے مگر اس سال دو مرتبہ دور کیا۔ میں اسکا سبب یہ سمجھتا ہوں کہ میری موت کا وقت قریب ہو اور تم مجھ سے پہلے ملو گی۔ یہ سنکر میں رونے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی ہیں ہو کہ تم اس اُمت کی عورتوں کی سردار ہو اُسکون کہ میں ہنسی۔

(۷) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امامتِ نماز ہمیشہ خود کیا کرتے تھے۔ مرض وفات میں بھی جب تک جسم میں قوت رہی خود ہی امامت کی لیکن جب ضعف زیادہ ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق کو اپنی جگہ امام بنا کر دیا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت کی زندگی میں ابو بکر صدیق نے پندرہ وقت کی نماز میں پر عاکین اور بعض کا قول ہے کہ سترہ وقت کی۔ سب سے پہلی نماز جس میں آپ نے حضرت صدیق کی امامت کا حکم دیا عشا کی نماز تھی۔ آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ صدیق کو امام نماز کرو۔ وہ جو باہر گئے تو حضرت صدیق ان کو بلانے حضرت عمرؓ نے انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے نماز شروع کی انکی آواز بہت بلند تھی۔ حضرت نے سنی۔ پوچھا کہ کیا عمر نماز پڑھا رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ فرمایا اللہ اور مومنین غیر ابو بکر کے امام بننے سے انکار کرتے ہیں۔

(۸) اسی مرض وفات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میں ابو بکرؓ کے لیے کچھ لکھوانا چاہتا ہوں۔ تاکہ لوگ ان کے ساتھ اختلاف نہ کریں۔ قلم دوات منگو آؤ۔ مگر جب حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکر دوات قلم لانے کے لیے چلے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اور مومنین غیر ابو بکرؓ سے راضی نہ ہوں گے۔ لہذا وہ ارادہ متوی رہا۔ یہ واقعہ پچھلے دن کا ہے۔ ایکے پانچویں روز انتقال فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے لکھنے کا ارادہ ہو گا مگر اسکو بحسب حاجت ملوئی فرا کر اس مضمون کو ادا فرمایا۔ نیز یہ بھی اُسی روز ہوا کہ

کہ جب آپ نے قلم دوات مانگی تو بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت کو اس وقت تکلیف زیادہ ہو قلم دوات نہ لانا چاہیے۔ بعض نے کہا کہ لانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ فرمایا حسب کتاب اللہ۔ جب لوگوں نے اختلاف کیا تو حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس اختلاف نہ کرو۔

(۵) جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم سے انتقال فرمایا آپ کے گھر میں از قسماں کچھ نہ تھا۔ مرض وفات میں اتفاقات اشرفیان پڑی رہ گئی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ وہ اشرفیان خرچ کر ڈالو۔ یہ فرما کر بیوش ہو گئے۔ اور حضرت عائشہ کو بوجہ آپ کے مرض کے کچھ خیال نہ رہا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ آپ نے ان کے شرچ کرنے کو کہا اور ہر مرتبہ کہہ کر بیوش ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ ان اشرفیوں کو نکال لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنے کف دست مبارک پر رکھ کر کہا کہ محمد کا کیا حال ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے ایسی حالت میں ملنا چاہتا ہے کہ اُسکے پاس یہ چیز موجود ہو؟ پس حکم دیا کہ یہ سب اشرفیان اسی وقت خرچ کر دی جائیں۔ چنانچہ خرچ کر دی گئیں۔ اور اُسی دن حضرت نے انتقال فرمایا۔

ی مرض وفات میں ایک شب کو حضرت عائشہ نے ایک عورت کے پاس چراغ بھیجا کہ ہمارے یہاں تیل نہیں ہے۔ تم اس میں تھوڑا سا تیل چکا دو کیونکہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت نزاع طاری ہے۔

(۱۰) وفات سے تین دن پہلے حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزاج اقدس کی کیفیت پوچھی۔ حضرت نے فرمایا بیمار ہوں۔ پھر دوسرے دن آئے تو حضرت نے یہی جواب دیا۔ پھر وہ تیسرے دن آئے تو اپنے ساتھ ملک الموت کو بھی لیتے آئے اور حضرت سے کیفیت مزاج مبارک کی پوچھی حضرت نے پھر وہی جواب دیا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ حضرت جبریل نے کہا کہ یہ ملک الموت ہیں۔ ملک الموت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے حق تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اجازت قبض روح کی مانگوں اگر اجازت ملے تو قبض کروں ورنہ جو آپ کا حکم ہو سجالاؤں۔ حضرت جبریل نے کہا کہ یا رسول اللہ حق تعالیٰ آپ کا شتاق ہے۔ سینتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اے ملک الموت تمہارا جو کام ہے اسکو شروع کر دو۔ حضرت جبریل نے کہا کہ یا رسول اللہ اب زمین میں میرا آنا ختم ہو گیا کیونکہ اب میرا کوئی کام بیان باقی نہیں رہا۔

پس حضرت عزرائیل نے اپنا کام شروع کر دیا اور حضور کو سکرة الموت کی کیفیت محسوس ہونے لگی۔ ایک پالہ پانی سے بھرا کر حضرت نے اپنے قریب رکھ لیا تھا۔ بار بار اپنا دست مبارک پانی میں ڈبو کر چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہی گھر میں اور میری ہی باری کے دن وفات پائی۔ بوقت وفات بار بار حضرت دو چیزوں کی وصیت فرماتے تھے۔ ایک نماز کا دوسرے نونہی اور غلاموں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کی۔ اور بوقت وفات آپ کا سر مبارک میری زانو پر تھا۔

جب قبض روح شروع ہوا تو حضرت کی زبان مبارک پر یہ کلمہ جاری تھا اللھم الرفیق الاعلیٰ یعنی یا اللہ مجھ کو رفیق اعلیٰ سے ملائے بوقت وفات حضرت کی عمر شریف ۶۳ برس کی تھی اور اس عمر میں حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی وفات پائی تھی۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایک ایسا عظیم الشان حادثہ تھی کہ اسکا برداشت کرنا بشر کی طاقت سے باہر تھا۔ اس حادثہ کو جیسا کہ حق برداشت کرنے کا ہی حضرت ابو بکر صدیق نے اور اُن کے بعد حضرت عباس نے برداشت کیا۔ ان دونوں کے علاوہ اور سب کی حالتیں متغیر ہو گئی تھیں۔ کوئی اُن میں ایسا نہ تھا جو اپنے ہوش میں ہو۔ کوئی ایسا نہ تھا کہ اُس کی زبان بند ہو گئی تھی کوئی ایسا تھا جس میں صحرکت باقی نہ تھی۔ اسی جوش کے عالم میں حضرت فاروقؓ نے یہ فرمانا شروع کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بین ہوئی وہ اپنے پروردگار کے پاس تشریف لے گئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام (کوہ طور پر) گئے تھے۔ محقریب اپنے پروردگار کے پاس سے واپس تشریف لائے۔ ان لوگوں کو سزا دیں گے جو آپ کی وفات بیان کرتے ہیں۔

(۱۱) سن ۱۱ میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی حضرت ابو بکر صدیق اپنے پاس سے قیام تمام کر کے مدینہ تشریف لائے۔ جب وہ وہاں سے آئے تو اُنھوں نے سنا کہ حضرت کی وفات ہو گئی۔ پس وہ اندر تشریف لے گئے اور آپ کے چہرہ اقدس سے چادر سار جین مبارک ربوسہ دیا اور کہنے لگے طہت حیا وصیتا یعنی آپ نے نہ کی سن بھی پاکیزہ تھی اور بعد وفات بھی پاکیزہ ہیں۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت فاروق اعظم کی یہ حالت ہے۔ فرمایا کہ اے عمر آہستہ رہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیق منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر کے فرمایا اگادہ و جاؤ۔

جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے ہوں انکو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ اور جو لوگ اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہوں تو بیشک اللہ زندہ ہی اُسکے لیے کبھی موت نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
 انکم میت وانھم میتون یعنی اے بنی تم بھی مرنے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں اور میرا فرمایا ہی ماحمداً لا یروا
 قد ظلت من قبل الرسل افان مات وقتل فقلتم علی اعقابکم۔ یعنی محمد بھی ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول
 گزرنے چکے، کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم مرتد ہو جاؤ گے؟

اس خطبہ نے لوگوں کے دلوں پر وہ اثر کیا کہ حد بیان سے باہر ہی۔ وہ خود فرنگی کی حالت لوگوں کے دلوں سے
 زائل ہوئی اور ہر ایک اپنی جگہ ہوش میں آ گیا۔

(۱۲) بعض لوگوں کو حضرت کی وفات میں شبہہ تھا تو حضرت اسماءؓ نے آپ کے شانہ مبارک کے درمیان
 میں ہاتھ رکھ کر کہا کہ حضرت کی وفات ہو گئی مرنو تو جو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں تھی اب نہیں ہے۔
 (۱۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب پہلا کام جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا۔ وہ
 خلافت کا انتظام تھا۔ اس انتظام سے فارغ ہو کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تجزیہ و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے
 حضرت کے غسل میں کچھ اختلاف ہوا۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ غسل نہ ہونا چاہیے کیونکہ حضرت کا جسم اقدس طاہر
 اطہر ہے حاجت غسل کی نہیں۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ غسل ضرور ہونا چاہیے۔ ایک وازسی گئی کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ
 کہ حضرت کو غسل نہ دینا چاہیے۔ مگر صحابہ کرام نے کہا کہ ہم ایک واز کی بنا پر جسکی حقیقت ہم کو معلوم نہیں کہ یہ آواز کسی
 ہی ہم سنت نبوی کو ترک نہیں کر سکتے۔

(۱۴) المختصر بطریق معبود و مستون رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا اور کفن پھنایا گیا۔ پھر نماز پڑھائی گئی
 اور قبر شریف میں جس کا رتبہ عرش اعظم سے بھی بالاتر ہے آپ کا جسم مبارک رکھ دیا۔ جس وقت صحابہ کرام آپ کو دفن کر کے
 لوٹے اُس وقت کی حالت کیا بیان کی جاسکتی ہے۔ ایک آفتاب تھا کہ چھپ گیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جس روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لائے تھے اُس روز مدینہ کے
 تمام درو دیوار روشن تھے اور جس روز ہنٹے حضرت کو دفن کیا تمام درو دیوار تیرہ و تار تھے۔

جب صحابہ کرام آپ کو دفن کر چکے تو حضرت فاطمہؓ ہر ارضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ اگوں کے دل نے کس طرح

گوارا کیا کہ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم قدس و اطہر کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ اس امر سے چارہ نہ تھا۔“

(۱۵) اب وہ جمال جہان آرا تو ظاہر میں آنکھوں سے حجاب میں ہی۔ مگر آپ کی قبر قدس و اطہر کی زیارت اب بھی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کو اُس نے قائم رکھا۔ آپ کی قبر شریف کی زیارت افضل مستجابات میں ہے بلکہ بعض محققین نے اسکو واجبات میں شمار کیا ہے۔ زیادہ تفصیل اسکی علم الفقہ جلد پنجم میں ہے (۱۶) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں اکثر سعادت مندوں کو نصیب ہوتی ہے اور یہ خواب اعلیٰ درجہ کی نعمائے الٰہی میں ہے۔ یہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ شیطان آپ کی شکل نہیں بن سکتا۔ لہذا جب کوئی آپ کو خواب میں دیکھے اُس نے دراصل آپ ہی کو دیکھا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے فی الواقع مجھے دیکھا۔ نیز صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔

محدثین نے اس مقام پر اختلاف کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھے تو بیشک اس حدیث کا مصداق ہے۔ محمد بن سیرین سے جب کوئی شخص یہ خواب بیان کرتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو وہ پوچھتے تھے حلیہ بیان کر۔ اگر وہ آپ کی اصلی صورت کے خلاف بیان کرتا تو وہ کہتے کہ تو نے حضرت کو خواب میں نہیں دیکھا۔

کلیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے انھوں نے کہا کہ حلیہ بیان کرو۔ میں نے کہا کہ آپ کی شکل بالکل ایسی تھی جیسی حضرت حسن بن علی کی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا بیشک تم نے حضرت کو خواب میں دیکھا ہے۔

اور بعض محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت کو اگر اصلی صورت مبارک کے خلاف بھی خواب میں دیکھا جائے تو بھی وہ خواب سچا ہے مگر اصلی صورت کے خلاف دیکھنے میں کوئی تعبیر خاص ہوا کرتی ہے۔ ان لوگوں نے اپنا مقصد احادیث سے ثابت کیا ہے۔ دوسری احادیث میں صاف صاف وارد ہوا ہے کہ حضرت نے فرمایا میں ہر صورت میں دیکھا

دیتا ہوں۔ یہی قول صحیح ہے اور اسی کو اکثر علما نے اختیار کیا ہے۔

خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ آپ کی محبت ہے اور درود شریف کی اور آپ کے ذکر پاک کی کثرت۔ درود شریف کی کثرت کو اس بارے میں بڑا دخل ہے۔ کتب سیر میں سلف صالحین کی بہت سی حکایتیں اس کے متعلق منقول ہیں۔ بڑی بڑی شائقہ ریاضتین اور عبادتہیں خاص اسی مقصد کے لیے کی جاتی تھیں کہ کسی طرح اس جہاں آرا کی خواب ہی میں زیارت ہو جائے۔ ان حضرات کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ درود شریف سے بہتر اسکا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

بعض صاحبین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے حالت خواب میں انکو کوئی چیز عنایت فرمائی اور بیدار ہونے کے بعد وہ چیز ان کو موجود ملی۔ بعض لوگوں نے دیکھا کہ حضور نے ان کو چادر مرحمت فرمائی۔ جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ وہی چادر موجود ہے۔ اور بعض لوگوں کو آپ نے قلم عنایت کیا بیدار ہوتے پر دیکھا کہ وہ قلم موجود ہے۔ بعض لوگوں کو حضرت نے خواب میں کچھ کھلایا۔ بیدار ہونے پر انھوں نے اس کھاتے کا حزہ اپنی زبان پر موجود پایا۔ یہ واقعات قریب تو اتر کے پہنچ گئے ہیں۔

علما نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے اور یہ دیکھے کہ آپ نے اسے کوئی حکم دیا ہے۔ تو اس کو لازم ہے کہ اس حکم کو شریعت مقدسہ پر منطبق کر کے دیکھے۔ اگر مطابق پائے تو اس پر عمل کرے ورنہ سمجھ لے کہ میرے سمجھنے میں کچھ غلطی ہو گئی۔ کیونکہ آپ کا کوئی حکم مخالف شریعت نہیں ہو سکتا۔

اب میں اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس نعمت عظمیٰ سے مجھ کو اور جمیع برادران ایمانی کو مشرف و ممتاز فرمائے۔ آمین۔

سیرت نبوی

علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

معرفت ہر مسلمان پر لازم ہے۔ سیرت اجمالی کا جاننا تو فرض عین ہے۔ اور سیرت تفصیلی کا جاننا موافق اپنی نیل کے استجاب و فضیلت کے درجے میں ہے۔

سیرت اجمالی کے جانے بغیر تو ایمان ہی ناقص رہتا ہے اور سیرت تفصیلی کا یہ حال ہے کہ جس قدر تفصیل وہ ہوتی جائے گی اسی قدر آپ کی محبت دل میں جاگزیں ہوگی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے علم بغیر قرآن کریم کے مطالبہ بھی بعض مقامات میں سمجھ میں نہیں آ سکتے۔

ان تمام ضرورتوں سے قطع نظر کر کے اپنے محبوب مطلع کے حالات کی معرفت فطرۃً ہر شخص کو مرغوب ہوتی ہے۔ انیسویں سالہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا گیا۔ چاہیے کہ اس قدر سیرت سے ہر مسلمان واقف رہے۔ کیا ماہو کہ مسلمان اپنے بچوں کو اس قدر مضامین سیرت کے حفظ کرا دینے کا التزام کر لیں۔

اگر مسلمان یہ التزام کر لیتے کہ اپنے بچوں کو جب تک عقائد ضروریہ اور سیرت نبوی کی تعلیم نہ دلا لیتے ہرگز کسی سرے کلام کی طرف متوجہ نہ ہونے دیتے تو ہرگز یہ سیلاب الحاد و زندقہ کا جو آج انکی بنی بنائی عمارتوں کو سنبھال رہا ہے ان تک نہ پہنچ سکتا۔

افسوس اس وقت دنیا میں بہت ایسے مسلمان ملین گے جو سو اس کے کہ کلمہ طیبہ میں رسول کا نام اٹھانے سے یا اذان میں سنا ہی اور کچھ نہیں جانتے کہ آپ کی کن تھے۔ کمان رہتے تھے۔ آپ کی تعلیم کیا تھی۔ آپ کے اخلاق تھے۔ بنی آدم کو آپ سے کیا کیا فوائد پہنچے۔ مخلوق خدا آپ کے ذریعہ سے کس درجہ کمال پر فائز ہوئی۔ آپ کے اگر نام کے مسلمان کسی کے بہکانے میں آکر بے دین ہو گئے تو کیا تعجب ہے۔

اے برادران اسلام! دونوں ہاتھوں سے اسلام کو مضبوط پکڑو اور آثار نبوت کی حفاظت کرو ورنہ جزا قریب ہے اقرب للناس حسابہم و ہم فی غفلة معضون

ترجمہ ازالۃ الخفا

پہلا حصہ اس ترجمہ کا شائع ہو چکا تھا اب دوسرا حصہ بھی تیار ہے
جو انشاء اللہ تعالیٰ اوائل شعبان میں روانہ ہوگا۔ دوسرے حصہ میں
فصل چہارم و فصل پنجم کامل ہو گئی ہے۔

اس کتاب سے بہتر آج تک اس موضوع میں کوئی تصنیف نہیں
ہوئی۔ نہ صرف خلفای راشدین کی بے نظیر تاریخ، بلکہ بہت سے علوم
دینیہ کا خزانہ ہے۔

ترجمہ اور شرح کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کس قدر خوبیان اس میں
ہیں۔ شاید تامل کتاب کا انتظار نہ کریں ورنہ قیمت تو یقیناً بڑھ جائیگی
اور شاید تعداد اشاعت بھی پوری ہو جائے۔

پوری کتاب تقریباً اسی (۸۰) جزمین ہے جو چار حصے کر کے روانہ ہو
گی

قیمت حصہ اول	قیمت حصہ دوم	قیمت حصہ سوم	قیمت حصہ چہارم
۵ روپے	۵ روپے	۵ روپے	۵ روپے

راقم منیر النجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بخدمت مولانا المکرم جناب مولوی محمد عبدالشکور صاحب لائسنس قادیانہ الماتین وعلیم ظاہرین آہن -
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - انا بند چونکہ رسالہ فلسفہ عزرا جو درحقیقت یکنازل ہے - لا محمد ارون خدا
 ممتاز لافاضل (مولوی فاضل) نے لکھا ہے - اور عین پہلی ہی سہے معلوم ہے کہ برعکس نند نام زنی کا فورہ اور یہ بھی
 معلوم تھا کہ حاجی کس پانی میں ہیں - اس لیے ارادہ نہ ہوا کہ اسپر کچھ لکھا جائے - کیونکہ میرزا حیرت دہلوی نے
 اصحاب اور اُنکے معاونین کی حیرت غایت کو پہنچا دی ہے - اور یہ تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ بے دلیل جھگڑا کرتے ہیں -
 چنانچہ اس تحریر سے بھی اچھی طرح واضح ہو جائے گا - ہمیں ملا صاحب سے اُسید قوی ہے کہ وہ اپنے قول کے
 موافق ٹھنڈے دل سے اس کو دیکھیں گے اور پھر انصاف سے جواب دیں گے - اگر وہ بات قرینہ کی کہیں گے تو
 ہم بھی جواب دینے کے لیے مستعد ہیں -

رسالہ فلسفہ عزرا پر ایک سرسری نظر

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان اللہ لکم عدو بین
 خداوند عالم اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! اسے وہ لوگو جو مومن کہلاتے ہو - پوری طرح سے
 یکے مسلمان ہو جاؤ - اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو - اور اُنکے مطیع مت بنو - وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے
 اس آیت ہدایت آثار میں علم ہوا ہے کہ ہر مسلمان - ہر مومن کو چاہیے کہ اسلام کے احکام - اوامر و نواہی پوری
 طرح پابند ہو - اور جہان تک ہو سکے خدا اور رسول کی پیروی میں کوتاہی نہ کرے اور جو بات شریعت میں نہ ہو اُسکو
 شریعت یا دین یا عبادت سمجھ کر ہرگز عمل نہ کرے - ورنہ یہی شیطان کی اتباع ہے - اور اسی کو شرک فرمایا گیا ہے
 اَمْ نَحْمُشْرَکًا اَشْرَعُوا لَہُمْ مِنَ الدِّینِ مَا لَمْ یَاذَنْ بِہِ اللہ - اے انکے خدا ہیں جنہوں نے نئی شریعت یا نئی حکم اللہ نے نہیں دیا
 اسی کو بدعت کہتے ہیں کہ وہ دین میں نئی بات ہے - جس کی بابت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 مَنْ اَخْرَجَتْ فِیْ اَمْرِنا بَدْعًا لَیْسَ رُتَبُوہُ اَخْرَجَہُ (بہتے اس میں نئی بات نکلا جسے مجھے نہیں کہا وہ مردودی ہے)
 اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے - کُلُّ بَدْعٍ ضَلَالٌ وَکُلُّ ضَلَالٍ فِی النَّارِ (آخری قسم) -

مگر افسوس اُن مسلمان بھائیوں پر جنہوں نے کتابا سدا کو پس پشت ڈال دیا۔ اور سنت رسول سدا سے اعراض کیا۔
اقوال صحابہ اہل بیت کو ایک تماشہ و کھیل سمجھ لیا۔ اہل بیت کی اتباع سے غرض رکھتے ہیں۔ نہ سنت رسول پر عامل۔ اور
قرآن شریف سے تو کوسوں بلکہ مصلوں دور ہیں۔ ہمیشہ غیب گیری و فحش گوئی انگاشیوہ ہی اور ہر وقت خلاف شرع
مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا انکا مقصد عملی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہ لوگ اپنے اماموں کی طرف رجوع نہیں کرتے
کیا سبب ہے کہ جبکہ اپنا پیشوا کہتے ہیں اُن کی باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے
جس شد و مد سے بدعت کو رد فرمایا ہے اسکی کچھ انتہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ”جو شخص بدعت کے گاموں کا کوئی گناہ نہ بخشا
جائیکا اور وہ شخص جنت کے قابل نہیں ہے۔“ (نہج البلاغہ) مگر کیا دھیان محبت اہل بیت اس پر عمل کر کے اپنے دعوے
کی تصدیق کر سکتے ہیں؟ اگر سچے محب ہیں (اور ایسا ہی ہونا چاہیے) تو اُن کو لازم ہے کہ اس حکم پر عمل بخالائین اور خلافت
شرع کا مومن سے پرہیز کریں۔

من جملہ اُن بدعات کے ایک بدعتِ عزرائی ہے جو ہزاروں برائیوں کا منبع ہے۔ اور جس سے مسلمان
نخواست۔ آداب۔ تنزل۔ جہالت۔ قساوت۔ فلاکت۔ حماقت۔ وغیرہ شربناک عیوب سے منسوب کیے جاتے ہیں۔
جس سے اہل بیت نبی علیہ علیہم السلام کی عزت و حرمت میں نقص ہوتا ہے۔ جس سے آل عبا کی سحر مٹی کیجاتی ہے
جس سے بزدلی اور عورتوں کا قابل شرم شیوہ رونما پٹینا چٹینا چلانا توہ کرنا پایا جاتا ہے۔ اور جس سے خدا عزوجل
پر بھی حملے کیے جاتے ہیں اسکو بیرحم۔ قاسی۔ (نہو ذی اللہ) بنایا جاتا ہے۔ اور اسی بنا نہ سے بت پرستی اور گورو پرستی
کی جاتی ہے جسکے لیے جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ اسکا نشان تک سادین
اور کوئی قبر نہ پوچی جائے۔ چہ جائے کہ اسکی (قبر کی) تصویر کو محبان علی کا عبادت و ثواب خیال کریں اور اس پر اپنے
ماتھے رگڑیں۔ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے کہ اس بدعتِ سیدہ کا ثبوت نہ کسی امام سے مل سکتا ہے نہ صحابی سے
چہ جائے کہ کتاب سنت سے اسکا پتہ لگے۔ اُس میں تو صاف بدعت کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے۔

اعمالِ محبت پر گفتگو بہت طولانی ہے۔ جسکو یہ چند صفحات نا کافی ہونگے مگر یقیناً سچے دلینا چاہنے کے فقط شہادت
حسین علیہ السلام ہی کا قصہ سخت نہیں ہے بلکہ اگر حقیقت کسی کی عظیم الشان شہادت ہے تو وہ اُن حضرات کی شہادت

جنہوں نے فقط اسلام کی خاطر۔ رسول مقبول کی حایت میں اپنی جائیں قربان کر دیں۔ جیسے حضرت حمزہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما اور وہ لوگ جنہوں نے اسلام میں بہت فتوحات کیں اور مسلمانوں کی حفاظت کی جیسے میر المومنین عمر فاروق اور حضرت عثمان اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ مگر ان حضرات کی شہادت کے موقع پر وہ ساز و سامان کبھی نہیں کیے جاتے جو حضرت حسین کی شہادت کے موقع پر کیے جاتے ہیں۔

اگر حقیقت حال پر نظر کیا جائے تو کوئی بڑا جھگڑا نہ تھا سو اس کے اہل کو ذمہ نے حضرت ریحانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوا کر دعا کی اور باوجودیکہ وہ یرید کے پاس جانا چاہتے تھے مگر مکاروں نے ان کو شہید کر دیا۔

اس واقعہ پر اس قدر طوفان بے تیزی مچا نا اور بے فائدہ مسلمانوں کو نشانہ ملامت بنانا کسی اہل ایمان اور محب رسول و آل رسول کا کام نہیں ہو سکتا ہے؟

ملا محمد ہارون صاحب نے اپنے رسالہ فلسفہ معراج میں اولاً تنبیہ بہت لمبی چوڑی لکھی ہے۔ جس میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ تعزیر سازی۔ نوحہ۔ ماتم۔ اور سینہ پٹنے سے تمدن۔ روحانیت۔ پرہیزگاری وغیرہ زیادہ ہوتی ہے۔ کاش ملا صاحب کچھ تو فکر کرتے کہ فضول عورتوں کی طرح ٹسوسے بہائے اور ہو۔ یا۔ کرنے سے دین دنیا کی خرابی کے سوا کیا فائدہ ہوتا ہے؟ اگر آپ کو اپنا مدعا ثابت ہی کرنا تھا تو وہ ائمہ ہدی کے حالات سے ثابت کرتے کہ فلاں امام نے تعزیر بنایا۔ صورت ضریح بنائی۔ اور یہ ہیئت کدائی کا لے کپڑے پہن کر سرو یا برہنہ کسی مصنوعی کر بلا میں گئے یا انھوں نے مرثیہ خوانی کی مجلس منعقد فرمائی۔ جس میں نے نماز۔ فاسق۔ اقیونی۔ شرابی۔ گلے بازیاں کرتے اور اشعار سناتے تھے۔ یا کہ وہ ان ذاکرین کی طرح مجلسین پڑھتے تھے جس میں سوا لوگوں کے دماغ پریشان کرنے اور بیوقوفوں کے کوئی کلام آیت یا حدیث یا قول ائمہ بیان نہیں کرتے تھے۔ تو شاید آپ کا مدعا ثابت ہوتا۔

افسوس اور ہزار افسوس ہے کہ ایسی صریح بدعت جس میں تمام ائمہ کو نفرت تھی۔ جس کو سب بوجہ فسق و ضلالت شہید کرتے تھے۔ عبادت اور روحانیت سے تعبیر کیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ملا صاحب فرماتے ہیں کہ جس زمانہ سے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث کی ارواح (روح) نے ان کے حوالہ جسم میں قیام کیا ایک حد تک اسے بہت بے چینی تھی کیونکہ بری جگہ پھنسائے گئے تھے۔ آخر گھبراہٹ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیشمار اول قول زبان پر جاری کیے۔ اور وہی اقوال لایسنی لوگوں نے یاد کر لیے۔ جسے برابر دہرائے جاتے ہیں۔

ہزار ہا ہزار لیلیں پیش کر دے ایک نہیں سنتے۔ سنے کون۔ وہ ناحس کے دماغ میں روحانیت کا کچھ ماؤہ بھی ہو جس سے اُس سے پہلے قطع تعلق کر لیا ہو۔ وہ کیا سمجھ سکتا ہو۔ اب ایک رٹ لگی ہوئی ہے کہ صاحب (۱) ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام پر سنت ہو۔ (۲) اقامت عزائم و فرائض خاصہ سے موجب اسراف ہو۔ (۳) بیان مصائب آل عبا باعث ہتک ہو (۴) تعزیر رکھنا بہرستی ہو۔ (۵) اس شان سے تعزیر اٹھنا باعث فواحش ہو۔ یہ وہ سوالات ہیں جو حضرت شاہ عبدالغفری کے وقت (یا اُس سے کچھ قبل و بعد) اس وقت تک برابر چلے آتے ہیں۔ جن کے ہزاروں جوابات کتابوں میں دیے گئے اور ہزاروں دفعہ ان لوگوں کو سمجھایا گیا مگر ”کتے کی دم پیڑھی“ پھر ہر سال وہی خیالات لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور عوام فوسی کرتے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور مکر با مذہب لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ لوگ ذرہ برابر عقل سے کام لیں تو انکو معلوم ہو جائے گا کہ یہ خیالات کس قدر لغو اور یہ سوالات کتنے بڑے ہیں۔ جو بغیر جواب کے حل ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ کوئی شخص اُنکے جواب دینے یا لکھنے کی تکلیف گوارا کرے۔ لیکن سمجھنے کے لیے اس قدر کمد بنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امور مذکورہ بالا بالکل مردود ہیں جسکی وجہ ذیل کی تحریر سے معلوم ہوگی (۱) اُس جگہ جس قدر طولانی تقریر کی گئی ہے اگر اس کا خلاصہ کیا جائے تو تین چار سطروں میں آ جاتا ہے۔ مگر خلاصہ نے فضول طول دیا ہے۔ ہمیں غش کلامی سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ اہل علم کی یہ شان ہے کہ مقام استدلال میں غش بول کر خوش ہوں۔ لہذا ہم اس تقریر میں جو غش کلمات ہیں اُن سے تعلق نہ رکھیں گے۔ یہ اُنھیں کو مبارک ہوں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغفری صاحب مرحوم نے پانچ اعتراضات (بقول مولانا) تعزیر سازی وغیرہ پر کیے۔ اور باقی پختہ دے دیں بھی بہت مناسب ہے۔ جس طرح شیعہ اثنا عشریہ کے لیے بروج وغیرہ سے استدلال کرتے ہیں۔ پانچ اعتراضات شیعہ ہرگز نہ کر اٹھائیں سکتے کیونکہ آل عبا کے عدد پر ہیں۔ اور اگر اُنھیں اٹھانا چاہیں گے تو محبت فقط نام کی ہوگی۔ ایسی صاف دلیل کو معلوم نہیں کیوں رد کرنے لگے ہیں کیا آل عبا کا کچھ بھی پاس نہیں ہے۔ ماسا صاحب نے اسکے جوابات تین طرح سے دیے ہیں۔

ایک چونکہ معتضین میں روحانیت نہیں ہے۔ اس لیے وہ نہیں سمجھ سکتے کہ تعزیر داری میں کیا فائدہ ہے۔

مگر اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کوئی بڑا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جہلا اس سے بڑھکر کہا کرتے ہیں۔ اور ہر سال و محی اس جواب سے برابر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

دوم جواب یہ بتایا کہ اس کے ہزاروں جواب چکے ہیں " حالانکہ یہ بھی دو وجہ سے مردود ہے۔ ایک یہ کہ جب جواب ہو چکے تھے تو آپ کو اتنی لمبی چوڑی تقریر لکھانے سے کیا فائدہ ہے۔ تحصیل حاصل کی تحفہ کیونکر فرمائی۔ دوسرے یہ کہ بھلا یہ بھی کوئی علی جواب ہے کہ "اس کے ہزاروں جواب ہو چکے ہیں"۔ اگرچہ یہ خلاف واقع کیونکہ نہ ہو۔ اس لیے کہ آپ کی گھبراہٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً اس کے جواب نہیں ہوئے۔ اور نہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ بھی باوجود مولوی فاضل ہونے کے گھبرا گئے اور کچھ جواب بن پڑا۔

تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ "کہ یہ خیالات کس قدر غوہین کہ بغیر جواب کے حل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سب مردود ہیں" بہت خوب۔ ملا صاحب نے عوام کے لیے یہ دلیل عجیب قائم کی کہ جب کسی بات کا جواب دیا ہو تو اسی طرح کدینا چاہیے کہ اس بات کا بغیر رد کیے جواب ہو جاتا ہے اور یہ تو مردود ہے۔

ہمیں افسوس اور سخت افسوس ہے کہ اگر اس کلام کا قائل کوئی بازاری ہوتا تو جاے حیرت نہ تھی۔ مگر اتنے بڑے ممتاز افاضل مولوی فاضل قبلہ ایسا فرامین تو باعث رنج و غم ہے (کیا اسکو بھی عزایا ذکر مصائب ہی کہیں گے) پھر ملا صاحب کا یہ کہنا کہ "جسکی وجہ ذیل کی تحریر سے معلوم ہوگی" سراسر غلط ہے۔ اس لیے کہ کسی کی وجہ بھی نہیں بیان کی گئی۔ بلکہ پانچویں اعتراض کے جواب کا نام تک نہیں لیا۔ اور ہر جواب میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ ہم لکھ چکے۔

پھر لکھتے ہیں "امرا اول یعنی کہ ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام بدعت ہے" اور اسی سوال میں یہ سوال ہے کہ حضور والا آخر یہی کیوں بدعت ہے (۱) آپکا دونوں وقت تو رمکھانا کیوں بدعت نہیں۔ (۲) آپکا مرغ پلاؤ کھانا کیوں بدعت نہیں۔ (۳) آپکا کوٹ پتلون پہنا کیوں بدعت نہیں (۴) آپکا فوٹر کے پلنگ پر دراز ہونا کیوں بدعت نہیں۔ (۵) آپکا مولود کی محفلین کرنا کیوں بدعت نہیں۔ (۶) آپکا تراویح پڑھنا کیوں بدعت نہیں۔ (۷) آپکارات بھر پئے سو پا کرنا کیوں بدعت نہیں۔ (۸) آپکا اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا کیوں بدعت نہیں۔ ۹۔ اگر یہ تمام امور بدعت ہیں تو ذکر مصائب امام حسین علیہ السلام بھی بدعت ہے اور اگر یہ امور بدعت نہیں تو اسے بھی اُنہیں پر قیاس فرمائیے۔ کیا معنی کہ جو بات عہد رسول میں نہ تھی اُسے بجالانا اگر بدعت ہے تو یہ جہلا مورذ کوڑہ صدر بدعت ہیں۔ پس براہ مہربانی آپ اتنی بدعتوں کو ترک کیجیے ہم بھی اپنی بدعت کو ترک کر دینگے بشرطیکہ اسکا بدعت ہونا ثابت ہو" (ص ۱۱)

اس جگہ بھی رنج و افسوس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ملا صاحب اس طرح بے جوڑ باتیں کہہ رہے ہیں جس سے انکا

علم خود جھپٹتا ہو۔ اور اہل علم کو تعجب ہوتا ہو۔ کہ یہ طریقہ استدلال بالکل انوکھا ہو۔ جسکا وجہ حصول کی ذات والاصفات سے متعلق ہو۔

اس عبارت میں بہت سے غلطی ہیں۔ اول یہ کہ بدعت کی حقیقت اور تعریف سے ملا صاحب نے کچھ نہیں لکھا۔ اگر آپ کسی کتاب میں یا الفت کے مطالعہ کی تکلیف گزارا فرماتے تو اس قدر آپ کو شرمندہ ہونا نہ پڑتا۔ اور اہل علم کے نزدیک یہ کلمہ قابل مضحکہ نہ ہوتا کہ ”جو بات عند رسول میں نہ تھی اُسے بجالانا بدعت ہے“ حالانکہ بدعت کی تعریف خود جناب سول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمائی ہے۔ ”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“۔ یعنی جس نے دین میں وہ بات نکالی جسے ہم نے نہیں بتایا وہ مردود ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔ ”كُلُّ مُحْدَثٍ بِدْعَةٌ“۔ ”وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“۔ کہ ہر کام جو دین اور عبادت شمار کیا جائے اور کتاب سنت سے اُسکا پتہ نہ لگے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ بدعت کے لیے نئی بات ہونے کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ دین اور عبادت سمجھی جائے۔ اور اگر نہ دین سمجھی جائے نہ عبادت اور نہ امید ثواب۔ بلکہ ایک نیا وی امر خیال کی جائے اور شریعت سے اُسکی صاف ممانعت نہ ہو تو وہ ہرگز بدعت نہیں ہے۔ پس تو نہ سازی وغیرہ سب بدعت ہے۔ کیونکہ دین اور عبادت سمجھا جاتا ہے۔ اور اس میں نوصہ اور ماتم ہوتا ہے۔ جو حرام ہے۔ نیز ہزاروں اور بدعتیں ہوتی ہیں جنکی تعداد مشکل ہے۔ اور یہ کھڑا سوچو آپ نے بیان کیے انکو ہر شخص جانتا ہے کہ نہ یہ دین سمجھ کر کیے جاتے ہیں نہ عبادت اور اگر بعض عبادت ہیں تو اُسکا ثبوت شریعت سے موجود ہے۔ کما سیفہ علیک۔

و سوم۔ سائل کے سوال کا جواب نہ دینا بلکہ اس سے سوال بچا کر نا اہل علم و فہم کی شان سے بعید ہے اور ارادہ بعید ہے۔ کاش ملا صاحب آداب مناظرہ سے واقف ہوتے۔ جس سے یہ قباحت درپیش نہ ہوتی۔

سوم ذرا اس تناقض صریح کو دیکھیے گا کہ اپنے کلام میں ایک جگہ تو ارشاد کرتے ہیں ”اگر یہ تمام امور بدعت ہیں تو ذکر مصائب بھی بدعت ہے“ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں ”پس ہر بانی کر کے آپ اپنی بدعتوں کو ترک کیجئے ہم بھی اپنی بدعت کو ترک کر دیئے بشرطیکہ اُسکا بدعت ہونا ثابت ہو جائے“ اس جگہ خلاف اُس قول کے یہ کہ وہ بدعت ہیں کہ اگر تم بدعت کو بھی تو بھی ہم بدعت نہ کہیں گے اور نہ چھوڑیں گے۔ اور پہلی جگہ اقرار کرتے ہیں کہ تم

اسے بدعت کہو ہم اُسے بدعت کہیں گے۔ یہ سرسرقہ نصب نہیں تو اور کیا ہے۔ اس سے بڑھکر تناقض کیا ہوگا کہ کسی ایک بات کو ایک جگہ ہاں کہنا اور اُسی کو پھر نہ ماننا۔

چارم۔ یہ کون سی بات ہے کہ کوئی شخص بدعت کرتا ہو یا فی الحقیقت نہ کرتا ہو تو آپ کا فعل بھی اُسکے ساتھ معلق ہو۔ اس نظر استدلال پر بھی تعجب ہے۔ حق بات کا تسلیم کرنا اسی کو کہتے ہیں کہ ناحق کٹ جعتی کرنا۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ "اگر یہ امور بدعت نہیں تو اسے بھی اُنھیں پر قیاس فرمائیے" عجیب قیافہ سی بُرا ہے جیسے دیکھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ اے جناب یہ کونسا لزوم ہے کہ اگر یہ امور بدعت نہیں تو آپ کا فعل بھی بدعت نہ ہو۔ آخر دونوں میں کون سا لزوم ہے؟ اُسے بتائیے۔ اور نسبت کیا ہے؟ پھر اگر خدا خواستہ کسی سُنی نے قیاس بھی کیا کہ تعزیش اور امور کے ہے تو آپ کو اس سے کیا فائدہ؟ اس لیے کہ آپ سُنی کے مقلد نہیں۔ نہ آپ کے لیے قیاس حجت ہے۔ پھر کیوں قیاس کرایا جاتا ہے۔

رہے وہ آٹھوں امور جن کو آپ بدعت بتلا رہے ہیں مطابق آٹھ عددِ پنجتن اور صحابہ کرام نے بھی شیعہ کی توجہ حجت ہے اور اسکو بدعت کہنا بالکل خلافِ واقع ہے۔ دو تون وقت فورمہ کھانا۔ (۲) مرغ پلاؤ کھانا۔ (۳) کوٹ چلون پہنا۔ (۴) توار کے پٹنگ پر دراز ہونا۔ یہ سب امور مورین سے نہیں ہیں۔ اور شریعت نے ان میں ہر طرح اجازت دی ہے کہ حلالِ طیب کھاؤ اور پہنو۔ اسرافِ مخیلہ یعنی تکر سے بچو اور جو کچھ اچا ہو پہنو۔ پس ان باتوں پر اعتراض کرنا سخت عقلمندی ہے اور اسکی وجہ سے حقیقت بدعت سے غافل ہونا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ ملا صاحب ایسے لُحڑا اعتراض نہ کریں گے۔

رہا امر (۵) مولود کی مجلس کے متعلق۔ پس وہ بدعت ہے اور اُس سے بچنا چاہیے۔ مگر جبکہ فقط نصیحت اور ذکروا لَاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہو تو یہ کسی طرح بدعت نہیں۔ (۶) تراویح پڑھنا۔ اگرچہ شیعہ حضرات کتبِ حدیث سے بے خبر ہیں اور بالکل غافل۔ مگر دعوے کرنے میں بڑے من چلے ہیں چاہے ثابت کچھ نہ کر سکیں۔ غیر نیے۔ جناب سولِ قبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پڑھائی ہے۔ جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں بصراحت موجود ہے اور صحاح اہل سنت سے بخوبی ثابت ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے میں نقل کیجاتی ہیں۔

(۱) عن عائشہ علیہا السلام ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد فصلى بصلوة ناس ثم صلی الثانیة فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلة الثالثة او الرابعة فلم یخرج الیهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما أصبح قال رأیت الذی صنعتم فلم یبق من الخروج الا انی خشیت ان یفرض علیکم وذلك فی رمضان رواه البخاری وسلم واحد۔ وفی روایة قالت کان الناس یصلون فی المسجد فی رمضان باللیل او زاعا یمکون مع الرجل الشیء من القرآن فیکون معه الفراعنة واسبعة او اقل من ذلك واكثر یصلون بصلوة قالت فامرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انصب له حصیرا علی باب حجرتی ففعلت فخرج الیہ بعد ان صلی العشاء الآخرة فاجتمع الیہ من فی المسجد فصلى بهم رواه احمد۔

(۲) وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصل بنا حتی یبقی سبع من الشهر فقام بنا حتی ذهب ثلث الیل الخ اخرجہ الخمسة وصحہ الترمذی (دیکھو شکوة المصابیح من تنقیح الاخبار باب التراویح صفحہ ۷)۔ خلاصہ مقصود روایت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا یہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز تراویح پڑھائی۔ اور آپ کی زندگی میں صحابہ رضوان اللہ علیہم نے ایک جماعت اور متعدد جماعت سے دونوں طرح ادا کی۔ اور چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرضیت تراویح سے خوف کتے تھے اس لیے آپ نے ہمیشہ نہیں پڑھائی۔

رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ "نعت البدعت" اس سے مراد بدعت لغویہ ہی جو ہر نئی چیز کو کہتے ہیں جس سے تراویح کا بدعت شرعیہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

امر سابع رات بھر سوتا اور تہجد نہ پڑھنا یہ بدعت کیون نہیں؟ یہ بھی عجیب اختلاط ہی اس لیے کہ فرائض کے بعد سنن میں تہجد اولیٰ و افضل ہی۔ مگر نہ پڑھنا بدعت ہی یہ ایک بمعنی کلام ہی کیونکہ خود شریعت نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ جو چاہے پڑھے اور جو چاہے نہ پڑھے۔ چنانچہ احادیث صحیحین وغیرہ سے ثابت ہے۔ حدیث اسہد ابی جہین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا۔ لا الا ان تتطوع افجاہ۔ ایک اعرابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا مجھ پر سوا فرض نماز و نفل ہے اور کوئی نماز بھی ضروری ہے؟ فرمایا۔ نہیں مگر یہ کہ تو نفل پڑھے۔ الحدیث۔

امر ثانی الصلوۃ فی من النوم کما کیون بدعت ہیں؟ یہ بھی ملا صاحب کی قلب معرفت پر دلیل ہے کہ جس مسئلہ کے متعلق بہت سی روایت صحیحہ و ہود میں آگے نہ لکھیں اور ہا علم بدعت کہنے پر نیا۔ جو جائز ہے۔ اب حدیث الصلوۃ

خیر من النوم سنیے اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائیے۔

عن ابی محمد زورۃ قال علنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان وقال اذا كنت فی اذان الصبح فقلت معی علی الفلاح، فقل الصلوۃ خیر من النوم۔ اخرجه ابو داؤد و ابن حبان و فی روایۃ اخرى عن ابی محمد زورۃ عن ابی داؤد و مشکوٰۃ و رواه النسائی فیضا بطریق اخرى و صححه ابن خزمیہ و اخرجه ابن خزمیہ و صححه من طریق ابن جریر۔

روایت ہے ابو محمد زورہ رضی اللہ عنہ سے کہ سکھائی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان اور فرمایا جبکہ صبح کی اذان دو توحی کے الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم کہو۔ اسکو ابو داؤد اور ابن حبان نے روایت کیا اور ابو داؤد نے ایک اور روایت بھی اسی مضمون کی ذکر کی ہے۔ نیز نسائی میں ایک روایت ہے جسے ابن خزمیہ نے صحیح کہا ہے۔ اور نیز ابن خزمیہ نے بھی اس حدیث کو ابن جریر کی سند سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ اگر انکھین ہوں تو کتب حدیث اہل سنت دیکھیے خصوصاً نیل الاوطار امام شوکانی جزو اول صفحہ ۳۳۸۔ مطبوعہ مصر۔

یہ حدیث اور نیز دیگر حدیث اہل سنت کثر ہم اللہ تعالیٰ صاف و صریح ہیں کہ یہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے نہ کسی غیر کا۔ پس یہ بدعت کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں علی خلیفہ رسول اللہ بلا فصل جو حضرات شیعیان اختراع کیا ہے ضرور بدعت و ضلالت ہے۔ جسپر انکے علما بھی لغت و طامات کر گئے مگر نہ چھوٹ سکا۔ علی ہذا القیاس اور بھی بہت سے الفاظ ہیں جنکو ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب میں لا یحضرہ القیامہ میں صاف طور سے لکھ دیا ہے۔ من شاء فلیخرجہ۔ الحاصل یہ سب موبجہین مثیلاً پیش کیا ہے (سوا محفل سیلا کے) بدعت نہیں اور نہ بدعت ہو سکتے ہیں۔

اگر کہا جائے کہ جس طرح مولود کیا جاتا ہے اور وہ بدعت ہے اسی طرح مجلس غزاء بھی ہونے دو۔ جواب اُسکا یہ ہے جیسا اعتراض کے لیے لکھا جاتا ہے اسی طرح مولود کے لیے بھی رد لکھا گیا ہے۔ اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو مولود کی اکثر باتیں ٹھیک ہیں۔ مثلاً رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر مبارک۔ اسلام کی شان و شوکت۔ نصائح وغیرہ۔ برخلاف مجالس کے جس میں اسلام کی ذلت۔ اہل بیت کی بے حرمتی۔ خداوند عالم کی بے رحمی۔ فحش گوئی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یا چند چھوٹے قیصے سنائے جاتے ہیں جنکا کہیں نام و نشان نہیں۔

مثلاً ہمیں ثقہ نے خبر دی ہے کہ ذکر مولوی مقبول احمد صاحب نے مجلس غزاء میں بیان کیا کہ علامہ سعدی نے اپنا کتاب مروج الذهب میں نقل کیا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں دمشق میں گیا وہاں کسی شخص کا نام

آل عبا یا اٹلی اولاد کے نام پر نہ تھا۔ ناگمان ایک شخص ایسا نکلا جس کا نام اہل بیت کے نام پر تھا۔ پس میں نے دریافت کیا کہ یہ تمہارا نام کیسا خلافت عمامہ ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ یہاں کے لوگ اہل بیت کے دشمن ہیں اور جو کوئی اپنا یا اپنی اولاد کا نام رکھے اُس کے بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور طعنہ زنی و بدزبانی کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ قصہ بالکل بے اصل اور غلط ہے۔ اس لیے کہ سعودی تیسری صدی کے اخیر کا آدمی ہے اور اس سے پہلے ہزاروں علما ابوالحسن۔ اور۔ علی وغیرہ نام کے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ اندیخ نے نقل کیا ہے۔ دیکھو معجم باقوت مطبوعہ مصر متعلق و شوق وغیرہ۔ اور اس قصہ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ ہو نہ ہو یہ کسی تعزیر پرست کی وضع ہے۔ ورنہ ناموں سے تعصب کہنا متقدمین اہل سنت و شیخ دونوں میں نہ تھا۔ خود حضرت علی رضی کی اولاد کے نام۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ تھے۔ اور حضرت حسن کی اولاد کے نام۔ ابوبکر۔ عمر۔ طلحہ۔ عبدالرحمن۔ تھے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ اُن لوگوں کو کچھ تعصب بے بغض خلفائے ثلاثہ سے نہ تھا۔ کہ وہ اُنکے ناموں سے پرہیز کرتے۔ ہاں اختلاف آزار رہا کرتا تھا۔ مگر اتحاد میں کچھ فرق نہ تھا۔ چنانچہ واقعہ عقد ام کلثوم اسی اتحاد کا ایک زبردست شاہد ہے۔

پھر ملا صاحب لکھتے ہیں۔ "لیکن آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ میں ثابت کر دوں گا کہ ذکر مصائب جناب سید الشہداء خاس آل عبا۔ سنت اللہ۔ سنت الرسول۔ سنت صحابہ۔ اور سنت تابعین و تبع تابعین ہے۔ سنت اللہ کا پتہ تو قرآن سے مل سکتا ہے۔ مگر معلوم ہے کہ قرآن مجید اپنے بیانات میں بیشتر اجمال سے کام لیتا ہے۔ جسکی تفسیر احوالِ رسول صحابہ کہتے ہیں جیسا کہ آپ کے نزدیک مسلم ہے اور اگر یہ نہ مانا جائے تو وجود قرآن اُمت کے درمیان مہل اور بیکار ٹھہرے گا اور پھر جناب عمر کا ارشاد "حبنا کتاب اللہ" بھی معنی ثابت ہوگا۔ لہذا اگلے دعوے کو تسلیم کرنا پڑے گا۔" (صفحہ ۱۲)

تمام اہل عقل کو تعجب ہوگا کہ خدا خود حضرت امام حسین کے ذکر مصائب فرماتا ہے اور جس طرح شیعہ چلا کر اسے ہائے کرتے ہیں اُسی طرح وہ بھی روتا ہے۔ (نعمت اللہ) ورنہ اس کلام کے معنی میں ؟ اور دعویٰ یہ کہ قرآن میں ہے۔ حالانکہ خدا نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ اور اس بات سے انکار کرنا شیعوں کو بہت اشکال میں ڈال دیکھا۔ اس لیے کہ ہشام وغیرہ علمای شیعہ خدا کے جسم ہونے کے قائل تھے۔ کئی کتب الرجال و خصوصاً کافی وغیرہ۔ پس اس اعتبار سے اُسکا رونا اسی طرح ممکن ہے۔ مگر شکل ایک اور پیش ہے اور وہ

شہادت کا ہونا یا نہ ہونا ہے۔ اس لیے کہ شیعہ کی روایات اور اصول کے مطابق حضرت امام حسین شہید نہیں ہو سکتے۔ البتہ روغیرہ۔ اور اس مضمون کو حضرت علامہ ابو الحسن علی حسینی فیض آبادی نور اللہ صریح نے اپنی کتاب زلزالہ الغین کے دو ضخیم مجلد میں بہت واضح طور سے ثابت کیا ہے۔ جس کا جواب آج تک حضرات شیعہ سے نہ ہو سکا۔ اور اس کلام میں بھی چند غلطیاں ہیں۔

اول یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن مجید اپنے بیانات میں بیشتر اجمال سے کام لیتا ہے، محض دھوکا دہی اور بے معنی کلام ہے جو خود قرآن مجید کے خلاف ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وہو الذی انزل الیک الکتاب مفصلاً۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ ہذا بیان للناس۔ یعنی یہ قرآن مجید تفصیل وار ہے اور کھلا کھلا ہے۔ اور ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ قرآن میں کچھ آیتیں مشابہات ہیں اور اکثر بیانات یعنی کھلی اور ظاہر حسین کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔ اور اجمال اس بات کی منافی نہیں ہے کہ اپنے مقصود کو بھی صاف طور پر نہ بیان کیا جائے ورنہ یہ ایجاز منحل جسے اجماع کتب دین وہ ہو جائے گا۔ بلکہ اجمال کے یہی معنی ہیں کہ نہایت عمدگی اور اختصار سے اپنا مقصود بیان کر دیا جائے اور زیادہ تفصیل (جبکی غالباً ضرورت نہیں ہوتی) اسکو چھوڑ دیا جائے۔

پس اس سے بھی دعویٰ ثابت نہیں ہوا۔ اور فی الحقیقت یہ کلام فقط دعوے ہی دعوے ہے جس کی دلیل ملا صاحب نہ لاسکے۔ اور نہ لاسکتے ہیں۔

دوم یہ کہنا کہ قرآن شریف کی تفسیر اقوال رسول و صحابہ کرتے ہیں، اگرچہ اہل سنت کے نزدیک صحیح ہے مگر اس میں دو طرح سے دھوکہ دیا ہے۔ ایک یہ کہ ہر آیت کے لیے قول رسول و صحابہ کو دیکھنا چاہیے۔ حالانکہ اہل سنت خصوصاً مفسرین مثل علامہ امام جبریل طبری وغیرہ نے تصریح کر دی ہے کہ تفسیر قرآن میں بڑی حد لغات عرب سے ملتی ہے۔ جب تفسیر لغت کے موافق ہو وہ صواب صحیح ہے ورنہ باطل ہے۔ پس ہر جگہ قول صحابہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بعض آیات احکام کے لیے حدیث وغیرہ کی تفسیر درکار ہے۔

سوم قولہ جیسا کہ آپ کے نزدیک مسلم ہے، یہ بھی عجیب استدلال ہے۔ دعوے کی دلیل لا کر الزام دیتے۔ مگر دلیل آپ کو کیا مل سکتی ہے آپ کی دلیل تو ”جیسا کہ آپ فرماتے ہیں“ ہے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ آپ لوگوں کا کام استدلال نہیں ہے۔

چہتا رم قولہ اگر یہ نہ مانا جائے تو وجود قرآن امت کے درمیان الخ عجیب جملہ نقیضین ہے۔ ایسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول صاف دلالت کرتا ہے کہ کتاب اللہ ضرورت رفع کرنے کے لیے کافی ہے۔ اور آپ قرآن مجید کو بغیر قول رسول قول صحابہ کے مہل و بے کار بتا رہے ہیں۔ کیا یہ صریح تناقض نہیں ہے؟ نیز یہی سمجھ لینا چاہیے کہ کتاب اللہ سے مراد احکام خدا ہیں خواہ قرآن شریف میں ہوں غاہ حدیث صحیح میں۔ اور ہر حال میں ملا صاحب کا دعوے کہ قرآن مجید بلا الحاق قول رسول و صحابہ مہل ٹھہرتا ہے۔ مہل ہے۔ بلکہ مختص احکام ہے۔ جس میں قول رسول کی ضرورت پڑتی ہے اور بس۔

پھر ملا صاحب لکھتے ہیں۔ ”ابن کتا ہوں اس ذکر معیبت میں قرآن کا بیان اجمالی اور بنیاد اشارہ سنئے جسکی تفسیر آپ کے امام شعبی صاحب نے ستر قرن اوّل سے معلوم ہوتی ہے خدا تعالیٰ کچھ لوگوں کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے فنا بکت علیہم السماۃ الارض۔ ان لوگوں پر زمین و آسمان نے گریہ نہیں کیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگ اس صفت کے ہیں جن پر آسمان و زمین نے گریہ نہیں کیا تو کچھ لوگ ایسے بھی ضرور ہیں جن پر آسمان و زمین نے گریہ کیا ہے یا کرے گا۔ کیونکہ خاص لوگوں پر بچا و سما و ارض کی نفی بتاتی ہے کہ ان دونوں میں اسکی صلاحیت ضرور ہے مگر ان پر گریہ نہیں کیا۔ البتہ ان کے علاوہ اور وں پر گریہ کرتے ہیں یا کر چکے یا آئندہ کریں گے۔“

اس کلام سے جس طریقہ پر اور جس لیے استدلال کیا ہے وہ عجیب لگی ہے۔ ”دعویٰ یہ تھا کہ ذکر مصائب امام حسین سنت اللہ ہے۔ اور قرآن سے اسکی دلیل لانے کا وعدہ تھا۔ مگر جب قرآن سے پہلایا تو قول فلان و فلان کی طرف گئے۔ مگر اس سے بھی سنت اللہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اگر بہت ہی دب کر قبول کیا جائے کہ ہاں آسمان یا زمین کا رونا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے اور سنت اللہ ہونے سے کیا واسطہ؟

دعویٰ تو ذکر مصائب حسین کا تھا اور یہ کہ خدا نے ذکر کیا ہے اور دلیل رونے کی ہے اور وہ بھی آسمان و زمین کی ہمہ خوش گفت سعدی در زلفیہ۔

نیز اس کلام کا مافیل کون ہے؟ بڑے تقدیر شعلی صاحب میں حالانکہ یہ خود شیخ اور وضع اور کتاب تھے (باقی وادع)

سن اذیت نہا تری فی اکلہ فقال له ابو جعفر علیہ السلام لانا کما فقال له الرجل الفارۃ اجوت علی من ان ارک طعاعی من اجلہا
گھی یا روغن زیتون بھرا ہوا تھا اُس میں چومیا گر پڑی۔ آپ اسکا کھانا کیسا سمجھتے ہیں تو
اُس سے امام نے فرمایا کہ اُسکو مت کھاؤ۔ اُس شخص نے کہا کہ چوہا تو میرے نزدیک
ایسی سخت چیز نہیں ہے کہ اسکی وجہ سے میں اپنا کھانا چھوڑ دوں۔ اُس سے امام ابو جعفر
علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے یہ تخرچہ چومیا کے ساتھ نہیں کیا بلکہ اپنے دین کے ساتھ کیا۔
بیشک اللہ نے ہر چیز کے مژدہ کو حرام فرمایا ہے۔

پس یہ حدیث پہلی حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حدیث اس صورت کے لیے جو حکم
چومیا اسکے اندر مر جائے تو بیشک اس چیز کا کام میں لانا جائز نہیں لیکن جبکہ زندہ نکل آئے
تو اسکا وہی حکم ہو جو پہلی حدیث میں بیان ہوا۔ اس مطلب پر وہ حدیث دلالت کرتی ہو جو علی
بن جعفر نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہتے تھے کہ میں نے
ان سے چومیا کی بابت پوچھا کہ وہ تیل کے گھرے میں گر جائے اور قبل اسکے کہ مے
نکل لیجائے۔ کیا ہم اس تیل کو کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کریں؟ امام نے فرمایا ہاں
اور تم خود بھی اُسکو استعمال کرو۔ اسکے منافی وہ حدیث نہیں ہے جو محمد بن احمد بن یحییٰ نے
ابراہیم بن ہاشم سے انھوں نے نوفلی سے انھوں نے سکونی سے انھوں نے جعفر سے
انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک بیک پاک کر
اُتری تو دو کھا گیا کہ اُس میں چومیا ہے۔ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ شور با پھیکہ یا جائے
اور گوشت دھو کر کھالیا جائے۔ کیونکہ یہ حدیث اس صورت کیلئے ہے جبکہ وہ چومیا مری
ہو تو اسوقت شوبے کا پھیکنا ضروری ہے لیکن وہ حدیث جو محمد بن احمد بن یحییٰ نے محمد بن حسین سے
سے یہی برتاؤ شیعوں کا اپنے اماموں کے ساتھ تھا۔ امام سائلہ بتاتے ہیں

اور شیعہ صاحب اسکا مذاق اڑا رہے ہیں ۱۲

قال ہراق مر قہا و نسیل اللحم و بول لان المعنی فی ہذا الحدیث اذ ماتت یحبا ہراق القدر فاما رواہ محمد بن احمد بن یحییٰ عن محمد بن الحسن

قال فقال له ابو جعفر علیہ السلام
انک لم تحت بالفارۃ انا
استخفقت بدینک لانا
حرم لمیۃ من کل شیئی لانا فی
الخبر الاول لان الوجہ فی ہذا
الخبر ان اذ ماتت الفارۃ فیہ
لا یجوز الاستفادۃ فیما اذ حوت
حیۃ کان اکمل ما تغنہ الخیر
الاول بل علی ذلک ما رواہ علی
بن جعفر عن اخیہ موسیٰ بن جعفر علیہ
السلام قال سالتہ عن فارۃ
وقعت فی حب من فاحر
قبل ان توت تمیۃ من سلم
قال نعم و من منہ فلا یجوز
ذلک ما رواہ محمد بن احمد بن
عن ابراہیم ہاشم عن النوفلی
عن سکونی عن جعفر عن
ان علیا علیہ السلام سئل عن
قد رطخت و اذانی القدرۃ

عن وہیب بن حفص عن ابی بصیر قال سالتہ عن حیۃ دخلت جبانۃ یا وخرجت منه فقال ان وجد ماء غیرہ فقلوہ فیہ
 ان تھمل علی ضرب من الکرباسۃ
 مع وجود الماء المیقن للصل
 ہذا امرہ بالاعتق ان جواز
 غیرہ ولو کان نجسا لوجب
 علی کل حال **باب** ما یؤکل
 لحمہ ولا یؤکل لحمہ من سائر
 الحیوانات - اخیر فی بحیر

انھوں نے وہیب بن حفص سے انھوں نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے
 میں نے امام سے پوچھا کہ سانپ کسی گھر سے من چو پانی سے پھرا ہوا تھا گھس گیا اور پھر
 نکل گیا (تو وہ پانی کیسا ہے) امام نے فرمایا کہ اگر اس کے علاوہ پانی مل جائے تو اس پانی
 کو پھینک دے۔ پس مطلب اسکا یہ ہے کہ ہم اس پانی کو ایک قسم کی کراہت پر محمول کریں جبکہ
 دوسرا پانی جو یقیناً پاک ہے موجود ہو اسی وجہ سے امام نے اس پانی کے پھینکے کا حکم اس
 شرط سے دیا کہ دوسرا پانی موجود ہو اگر یہ پانی نجس ہوتا تو ہر حال میں اس کا پھینکا
 ضروری ہوتا۔

باب حلال جانوروں اور تمام حرام جانوروں کا جھوٹا پانی (کیسا ہے؟) مجھے
 حسین بن عبید اللہ نے ہمارے چند صحابہ نقل کر کے خبر دی وہ محمد بن یعقوب (کلبی) ہی
 وہ احمد بن ادریس سے وہ محمد بن احمد بن یحییٰ سے انھوں نے احمد بن حسن بن علی سے انھوں
 نے عمرو بن سعید سے انھوں نے مصدق بن صدقہ سے انھوں نے عمار ساطی سے
 انھوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہتے تھے کہ ان سے پوچھا گیا کہ
 کبوتر جس پانی سے پیے (وہ پانی کیسا ہے) امام نے فرمایا ہر وہ جانور جس کا گوشت حلال ہے
 اس کے جھوٹے پانی سے وضو درست ہے۔ اور جس پانی سے بایا شکرے یا عتابے پیاجو
 وہ پانی پیاجا سکتا ہے۔ پھر امام نے فرمایا کہ ہر پرندے کے جھوٹے پانی سے وضو درست
 ہے مگر ہاں اسکی چونچ میں اگر تم کچھ خون دیکھو تو البتہ اس سے وضو نہ کرو اور نہ پیو۔

امام نے پرندہ میں کچھ قیید نہ لگائی کہ وہ حلال ہو یا حرام۔ معلوم ہوا کہ چاہے
 حلال ہو یا حرام سب کا جھوٹا پاک ہے کچھ تخصیص باز اور شکرے وغیرہ کی نہیں ہے
 جیسا کہ ظاہر ہے ۱۲

بن عبید اللہ عن عدہ صحابہ
 عن محمد بن یعقوب عن
 بن ادریس عن محمد بن
 بن یحییٰ عن احمد بن الحسن بن
 علی عن عمرو بن سعید عن
 مصدق بن صدقہ عن
 عمار الساطی عن ابی عبد اللہ
 علیہ السلام قال سل من
 ماء یشربہ الاحکام فقال
 کل ما اکل لحمہ حیوانا من
 سورہ ویشرب عن ماء
 یشربہ بازی او صقرا و

عقبا فقال کل شیء من الطیر حیوانا یشربہ الا ان تری فی منقارہ دما فان رايت شیا فی منقارہ دما فلا تسو عنہ ولا تشرب

کُلُّ عَنْ مَاءٍ شَرِبْتُمْ لَدَجَاتٍ فَقَالَ الْكَانُ فِي مَنْقَارِهِ قَدْ لَمْ تَشْرَبْ لَمْ تَوْضَأْ مَنَّهُ وَانْ لَمْ تَقْلَمْ فِي مَنْقَارِهِ قَدْ رَأَوْنَا

رامام سے پوچھا گیا کہ جس پانی سے مرغی نے پیا ہو وہ پانی کیسا ہی امام نے فرمایا اگر

مکے چوچ میں نجاست ہو تو وہ پانی مست پیو اور اُس سے وضو نہ کرو اور اگر اُسکی چوچ

مکے کو کوئی نجاست معلوم نہ ہو تو اُس سے وضو کرو اور پیو۔ اس حدیث سے معلوم

ہے کہ جن حیوانات کا گوشت حلال ہے ان سب کا جھوٹا پاک ہو اور جبکہ گوشت حرام ہے

لکے جھوٹے کا استعمال جائز نہیں۔ اور ہم اپنی کتاب تہذیب الاحکام میں بھی اسکے متعلق

ن کر چکے ہیں اور تمام حدیثیں لکھ چکے ہیں۔ اور اس حدیث میں جو چند غیر ماکول پرندے

جھوٹے کو جائز بیان کیا گیا ہے مثل باز اور شکر کی جبکہ انکی چوچ خون سے آلودہ نہ ہو

چند پرندے غیر ماکول مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح جو حدیث اسحاق بن عمار نے ابو عبد اللہ

السلام سے روایت کی کہ ابو جعفر علیہ السلام فرماتے تھے کہ چوبیا کا جھوٹا کچھ حرج

ن جبکہ وہ کسی برتن سے پی جائے اس برتن سے پینا اور وضو کرنا درست ہے۔ مطلب

کا یہ ہے کہ ہم چوبیا کو غیر ماکول میں مستثنیٰ کر لیں گے۔ کیونکہ چوبیا سے بچنا ممکن نہیں انسان

بت مشقت پڑ جائیگی۔ اسی وجہ سے اسکا جھوٹا جائز کر دیا گیا۔

پ جس حیوان میں خون جاری نہ ہو وہ پانی میں گر کر مر جائے (تو کیا حکم ہے)

اس حدیث سے یہ کلیہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ جتنے جانور ایسے ہوں کہ

کا گوشت حرام ہو۔ ان سب کا جھوٹا پاک ہے۔ حرام پرندوں کو اس

مستثنیٰ کرنا چاہیے ۱۲

یہ اجتہاد مصنف کا ہے۔ اور صریح مخالف حدیث معصوم کے ہے۔ ہرگز ان چند

کوئی تخصیص حدیث میں نہیں ہے بلکہ حدیث میں تو کلیہ کے طور پر وارد ہوا ہے کہ ہر پرندہ

جھوٹے پانی سے وضو درست ہے ۱۲

منہ واشربوا من ماء

جواز سور کلا یکل

ایحیوان وان ملایکل

یجوز استعمالی سورہ مدینا

ایضانی کتابا تہذیب الاحکام

ما يتعلق بذكر المستوفيات

الاجابة وما يتضمن هذا الخبر

من جواز سور طیو لایوکل

لحمها مثل البازی الصقرا

عری منقارہا من الدم

من بین لایوکل لحمی جواز

استعمال سورہ وکد کلا و

اسحاق بن عمار بن عبد اللہ

علیہ السلام ان ابی جعفر علیہ

السلام کان یقول لایس

سور الفارة اذا شرب من

الاناء وان لیشرب ووضو

الوجه فیہ ان نخصہ من بین ما

لایوکل لحم من حیث لایس

منہ واشربوا من ماء

جواز سور کلا یکل

ایحیوان وان ملایکل

یجوز استعمالی سورہ مدینا

ایضانی کتابا تہذیب الاحکام

ما يتعلق بذكر المستوفيات

الاجابة وما يتضمن هذا الخبر

من جواز سور طیو لایوکل

لحمها مثل البازی الصقرا

عری منقارہا من الدم

من بین لایوکل لحمی جواز

استعمال سورہ وکد کلا و

اسحاق بن عمار بن عبد اللہ

علیہ السلام ان ابی جعفر علیہ

السلام کان یقول لایس

سور الفارة اذا شرب من

الاناء وان لیشرب ووضو

الوجه فیہ ان نخصہ من بین ما

لایوکل لحم من حیث لایس

منہ واشربوا من ماء

جواز سور کلا یکل

ایحیوان وان ملایکل

یجوز استعمالی سورہ مدینا

ایضانی کتابا تہذیب الاحکام

ما يتعلق بذكر المستوفيات

الاجابة وما يتضمن هذا الخبر

من جواز سور طیو لایوکل

لحمها مثل البازی الصقرا

عری منقارہا من الدم

من بین لایوکل لحمی جواز

استعمال سورہ وکد کلا و

اسحاق بن عمار بن عبد اللہ

علیہ السلام ان ابی جعفر علیہ

السلام کان یقول لایس

سور الفارة اذا شرب من

الاناء وان لیشرب ووضو

الوجه فیہ ان نخصہ من بین ما

لایوکل لحم من حیث لایس

اخیر فی الحسین بن عبید اللہ عن احمد بن محمد بن یحییٰ عن احمد بن الحسن بن علی بن فضال عن عمرو بن سعید عن مصدق بن
 صدقہ عن عمار الساباطی
 عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
 قال سئل عن اختفاء
 والذباب الجراد والنمل وما
 اشبه ذلك موت فی الماء والز
 والتمش شبه قال کل بالیس
 دم فلما باس وبهذ الاستاد
 عن محمد بن احمد بن یحییٰ عن
 ابی جعفر عن ابیہ عن حفص
 بن غیاث عن جعفر بن محمد
 علیہ السلام قال لا یفسد الماء
 الا ما کانت له نفس سائمه
 اخیر فی الشیخ ابو عبد اللہ عن
 احمد بن محمد بن ابیہ عن الحسین
 بن الحسن بن ابان عن محمد بن
 بن سعید عن ابن سنان عن
 ابن سنان قال قال ابو
 عبد اللہ علیہ السلام کل شیء
 یقطن فی البصر یموت
 مثل العقارب والنمل فیس
 اخیر فی الحسین بن سعید عن عثمان بن عیسیٰ عن سماعہ عن ابیہ
 عن محمد بن حسین بن یحییٰ عن احمد بن الحسن بن علی بن فضال عن عمرو بن سعید عن مصدق بن
 صدقہ عن عمار الساباطی
 عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
 قال سئل عن اختفاء
 والذباب الجراد والنمل وما
 اشبه ذلك موت فی الماء والز
 والتمش شبه قال کل بالیس
 دم فلما باس وبهذ الاستاد
 عن محمد بن احمد بن یحییٰ عن
 ابی جعفر عن ابیہ عن حفص
 بن غیاث عن جعفر بن محمد
 علیہ السلام قال لا یفسد الماء
 الا ما کانت له نفس سائمه
 اخیر فی الشیخ ابو عبد اللہ عن
 احمد بن محمد بن ابیہ عن الحسین
 بن الحسن بن ابان عن محمد بن
 بن سعید عن ابن سنان عن
 ابن سنان قال قال ابو
 عبد اللہ علیہ السلام کل شیء
 یقطن فی البصر یموت
 مثل العقارب والنمل فیس

مضمون نگاری کے قواعد

ہم کو بھی مضمون نگاروں کی بہت ضرورت ہے مگر النجم کی مضمون نگاری کے لیے حسب ذیل قواعد کی پابندی
دری پر ہوجان تو اعلیٰ پابندی ہو نیکی جن صاحب مضمون راج نہ وہ براہ کرم حاف فرامین رعد ماخلع
جواب ہی میں بھی دفتر کا عزیز وقت نہ ضائع ہونا چاہیے نہ مضمون کی واپسی کا صرف دفتر کے ذمہ ہونا چاہیے۔

وہ قواعد یہ ہیں

۱۔ مضمون نگار اس بحث میں کافی واقفیت و مہارت رکھتا ہو
نہ کہ رد میں ہوں انہیں تحقیق و الزام دونوں چیزوں سے کام لیا گیا ہو۔ اور
۲۔ صاحب پروری اطلاع کا ثبوت ملے تہذیب متانت کا پورا لحاظ ہو گا لیون
کا جواب بھی دعا و ثنا ساتھ ہوا اور مضمون نگار اس کا بھی ملتزم ہو کہ مخالف کے جواب کا جواب کا
سلسلہ جب تک چلے اپنا قلم نہ روکے۔

۳۔ عبارت میں گجھلک اور طول بالکل نہ ہو صاف سلیس امد و ہو عربی فارسی کی جلد میں اگر منقول ہو تو انکار ترجمہ بھی جائز ہے
۴۔ خط صاف ہو کہ پڑھنے والے کو کسی مقام پر اشتباہ نہ پیدا ہو۔

۵۔ مضمون النجم کے موجودہ پیمانہ پر آٹھ صفحوں سے زائد نہ ہو کبھی کسی اشہ ضروری مضمون کو تو اس قدر تک دیے جاسکتے ہیں
۶۔ مضمون نگار صاحبان دفتر ہذا کے کسی صلہ و معاوضہ کے آرزو مند نہ ہوں۔ ان احوال کا علی اللہ۔
۷۔ جن صاحب کا مضمون پسند آجائیگا اور وہ ہر ماہ میں ایک مضمون دینے کا وعدہ کرینگے تو ان کے نام النجم ہدیہ
جاری کر دیا جائیگا اور انعامی کتابیں جو خریداران النجم کے لیے تجویز ہو کرینگیں ان کو بھی ملتی رہینگیں۔

۸۔ جو مضمون حسن و افادہ کی اس حد میں آجائیگا جس کا اعلان پشت صفحہ ہوا ہو اس کے لکھنے والے کو ہر فرسخ
کی قیمت کا خنس بد رعبہ منی ہو (نہ بہ نیت معاوضہ) بھیج دیا جائیگا۔

۹۔ اگر کسی صاحب کی نظر سے مخالف کا کوئی مضمون جو اسلام پر حملہ آور ہو گزرے اور وہ قابلیت یا
فرصت نہ رکھتے ہوں تو اس مضمون کو بعینہ یا اگر انگریزی زبان میں ہو تو مع ترجمہ کے دفتر ہذا
میں بھیج دیں۔

۱۰۔ ہر مضمون زائد از اند ایک ہ کے اندر ہی اندر اس کی ضرورت کو ملحوظ رکھ کر شائع ہو جائیگا۔ اور اگر
کوئی مخالف قوی پیش آجائیگا تو مضمون نگار کو اطلاع دی جائیگی۔

التماس ضروری

جسوقت سے انجم موجودہ پیمانہ پرتا یا ہے تمام مضامین کی عمدگی کا
 کاٹا پہلے سے بہت زیادہ کیا گیا ہے اور اسکے لیے غیر معمولی اہتمام ہوا ہے
 لہذا جن ناظرین کو خدا نے کچھ مقدرت دی ہو اور وہ اپنے بھائیوں کو
 فوائد پہونچانا چاہیں انکی خدمت میں گزارش ہے کہ جب کوئی مضمون انجم کا حسن و
 خوبی کی اس حد تک پہونچ جائے کہ عام طور پر لوگوں کو اس سے باخبر بنانا مفید سمجھا جائے تو آپ
 حضرات اس مضمون کی علیحدہ کا بیان بصورت رسالہ کے دفتر انجم سے خرید کر مواقع ضرورت میں منفع
 کرویں ایسے مضامین کی بابت اکثر و بیشتر خود ہی دفتر انجم سے ناظرین کی خدمت میں سفارش کر دی
 جایا کریگی ایسے مضامین کے رسالے (یہ نیت مذکور خریدنے والوں کو) فی روپیہ ۶۴۷ جز کے حساب
 سے دیے جایا کریں گے کم از کم عہد کے اور زیادہ سے زیادہ جسقدر مطلوب ہوں خرید کیے اور اپنے
 بھائیوں میں تقسیم کر دیجئے مگر جب ایسا ارادہ کسی مضمون کی نسبت ہو تو تاریخ اشاعت
 سے دو ہفتہ کے اندر اندر جس قدر رسائل مطلوب ہوں انکی قیمت
 بذریعہ منی آرڈر بھیج کر دفتر سے طلب کر لینا چاہیے۔

الملة

منہج دفتر انجم لکھنؤ پانالہ